ماہنامہ

پیام عرفات

رائے بریلی

مرکز الإمام أبي الحسن الندوي

دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

JAN 13

₹10/-

فرمان الٰہی (عزوجل)

اسوۂ حسنہ

﴿لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٞ لِّمَن كَانَ يَرۡجُواْ ٱللَّهَ وَٱلۡيَوۡمَ ٱلۡأٓخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرٗا﴾

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ میں بہترین نمونہ موجود ہے، اس کے لیے جو اللہ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہو اور اس نے اللہ کو بہت یاد کیا ہو۔

(سورة الأحزاب:٢١)

فرمان رسول ﷺ

ایمانِ کامل کی شرط

”لَا يُؤۡمِنُ أَحَدُكُمۡ حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيۡهِ مِنۡ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجۡمَعِينَ.“

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(صحيح بخاری، كتاب الإيمان، ح-١٣)

خدا تمہیں انصاف پسندی کا اجر دے

ایک بار خلیفہ منصور نے بصرہ کے قاضی سوار بن عبداللہ کو لکھا کہ آپ کی عدالت میں ایک فوجی سردار اور سوداگر کے مابین ایک مقدمہ چل رہا ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ اس مقدمہ کا فیصلہ فوجی سردار کے حق میں کریں۔ قاضی نے اس سفارش کے جواب میں لکھا کہ میرے سامنے جو شہادت پیش ہوئی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مقدمہ کا فیصلہ سوداگر کے حق میں ہونا چاہیے اور میں شہادت کے خلاف ہرگز فیصلہ نہیں کرسکتا۔ منصور نے دوبارہ لکھا کہ آپ کو مقدمہ کا فیصلہ فوجی سردار کے ہی حق میں کرنا پڑے گا۔ قاضی سوار بن عبداللہ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! میں از روئے انصاف اس کا فیصلہ تاجر کے ہی حق میں کروں گا۔ جب یہ دوٹوک جواب خلیفہ منصور کے پاس پہنچا تو اس نے کہا ”الحمد اللہ میں نے زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیا، میرے قاضی مقدمات کا فیصلہ حق وانصاف کی بنیاد پر کرتے ہیں۔“

نمیر مدنی کا بیان ہے کہ منصور کے عہد میں مدینہ منورہ کے قاضی محمد بن عمران کے یہاں میں کا محرر تھا، چند شتر بانوں نے کسی معاملے میں خلیفہ منصور عباسی پر نالش کر دی۔ قاضی نے حکم دیا کہ امیر المومنین منصور کے نام عدالت میں حاضری کا حکم جاری کرو تاکہ مدعی کی دادرسی کی جائے۔ میں نے امیر المومنین کو سمن بھیجنے سے معذرت چاہی، مگر قاضی صاحب کے حکم سے میں سمن لے کر منصور کے دربار میں پہنچا، منصور قاضی کا حکم نامہ دیکھتے ہی کھڑا ہوگیا اور درباریوں سے کہنے لگا کہ مجھے عدالت میں طلب کیا گیا ہے، تم میں سے کوئی شخص میرے ساتھ نہیں جائے گا۔ امیر المومنین اور میں دار القضاء میں پہنچے۔ قاضی صاحب تعظیم کے لئے نہیں اٹھے بلکہ مدعی کو بلایا اور ثبوت لے کر امیر المومنین منصور عباسی کے خلاف فیصلہ سنا دیا۔ جب قاضی صاحب حکم سنا چکے تو منصور نے کہا: ”خدا تمہیں انصاف پسندی کا اجر دے“ اور خوش ہوکر قاضی کو دس ہزار دینار انعام میں دیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اردو اور ہندی میں ایک ساتھ شائع ہونے والا

ماہنامہ

پیام عرفات

رائے بریلی

مرکز الامام أبی الحسن الندوی
دارعرفات تکیہ کلاں رائے بریلی (یوپی)
www.abulhasanalinadwi.org

جلد نمبر ۵ ✦ شمارہ نمبر ۱

جنوری ۲۰۱۳ء - صفر المظفر ۱۴۳۴ھ

فہرس

انسانیت کی مسیحائی ۳
بلال عبدالحی حسنی ندوی ....

سیرت محمدی اور اس کے تقاضے ۴
مولانا سید محمد الحسنیؒ ....

یورپ اور مسلمان ۶
مولانا واضح رشید حسنی ندوی ....

معاشرہ کی بگڑتی ہوئی تصویر ۷
مولانا شمس الحق ندوی ....

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری تین وصیتیں ۹
مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی ....

تیمّم کے چند ضروری مسائل ۱۱
مفتی راشد حسین ندوی ....

ہدایت کی ایک مثال ۱۴
محمد سمعان خلیفہ ندوی ....

آپ کے دینی سوالات اور ان کے جوابات ۱۶

مطالعہ کی میز پر ۱۷

خلافت اور جمہوریت ۱۸
محمد نفیس خاں ندوی ....

ایمان کی کسوٹی ۲۰
ابو العباس خان ....

فی شمارہ: ۱۰ روپئے
سالانہ: ۱۰۰ روپئے

الإمام أبي الحسن الندوي
مرکز

سرپرست
حضرت مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ
(صدر، دارِعرفات)

نگراں
مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی مدظلہ
(جنرل سکریٹری، دارِعرفات)

مجلس ادارت
بلال عبدالحی حسنی ندوی
مفتی راشد حسین ندوی ✽ عبدالسبحان ناخداندوی
محمود حسن حسنی ندوی ✽ محمد حسن ندوی

معاون ادارت
محمد نفیس خاں ندوی

پرنٹر پبلشر محمد حسن ندوی نے ایس، اے، آفسٹ پرنٹرس، مسجد کے پیچھے، پھاٹک عبداللہ خاں، سبزی منڈی، اسٹیشن روڈ، رائے بریلی سے طبع کرا کر دفتر "پیام عرفات"
مرکز الامام أبي الحسن الندوي، دارِعرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی سے شائع کیا۔ Mail: markazulimam@gmail.com

فیضان نبوت

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیغام اور اپنی دعوت کے ذریعہ سے جس فرد کو تیار کر کے کارگہٗ حیات میں اتارا تھا وہ اللہ پر سچا ایمان رکھنے والا، نیک خوئی کو پسند کرنے والا، اللہ کے خوف سے ڈرنے اور لرزنے والا، امانت کا پاس کرنے والا، دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والا، مادہ کو حقیر سمجھنے والا، اور روحانیت سے مادیت پر غالب آنے والا تھا، وہ اس بات پر دل سے یقین رکھتا تھا کہ دنیا تو میرے لیے بنائی گئی ہے، لیکن میں آخرت کے لیے پیدا کیا گیا ہوں، پس یہ فرد اگر تجارت کے لیے میدان میں اترتا تو نہایت سچا اور ایمان دار ثابت ہوتا، اگر مزدوری کا پیشہ اختیار کرتا تو نہایت محنتی اور بہی خواہ مزدور ثابت ہوتا، اگر مالدار ہوجاتا تو ایک رحم دل اور فیاض دولت مند ثابت ہوتا، اگر غریب ہوتا تو شرافت کو قائم رکھتے ہوئے مصیبتوں کو جھیلتا، اگر کرسی عدالت پر بٹھا دیا جاتا تو نہایت سمجھدار اور منصف جج ثابت ہتا، اگر صاحب سلطنت ہوتا تو ایک مخلص اور بے غرض حکمراں ثابت ہوتا، اگر آقا ہوتا تو رحم دل اور منکسر المزاج آقا ہوتا، اگر نوکر ہوتا تو نہایت چست اور فرماں بردار نوکر ہوتا، اور اگر قوم کا مال و دولت اس کی تحویل میں آجاتا تو حیرت انگیز بیداری اور باخبری سے اس کی نگرانی کرتا۔''

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

(کاروانِ مدینہ/۴۴)

بے نظیر ہستی

''وہ بے نظیر ہستی، جو معرکہٗ بدر میں سپہ سالار بھی ہو اور بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھ باندھ کر صبر کرنے والا بھی، جو ایک کامیاب و معاملہ فہم تاجر بھی ہو اور ساری ساری رات عبادت کے لیے کھڑے ہو کر کاٹ دینے والا بھی، جو ناصح بھی ہو اور زندہ دل بھی، جو فقر و توکل کا بوریہ نشیں ہو اور آئین جہاں بانی کا معلم بھی، جو علم و حکمت کا درس بھی دیتا ہو اور عشق و محبت کے گُر بھی سکھاتا ہو، جو ایک ہی وقت میں عقل و فہم کی درس گاہ کا استاد بھی ہو، جذبات کے چمن کا سب سے زیادہ لطیف، شاداب اور سدا بہار پھول بھی ہو، اور سعی و ارادہ کے میدان میں سب کا سردار بھی ہو، ایسی جامع اور لاشریک لہٗ ہستی تو صرف اسی مصلح اعظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہوئی ہے جس کی تصدیق کسی وقتی معجزہ اور ہنگامی کرامت پر منحصر نہیں، بلکہ جس کی سچائی پر ﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ﴾ دوات اور قلم، اور ان کے لکھے ہوئے دفتر، علوم و فنون کی خاموش زبانیں ہمیشہ کے لیے گواہِ ناطق رہیں گی۔''

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

(ذکر رسول: ۱۰۰، ۱۰۱)

مدیر کے قلم سے

انسانیت کی مسیحائی

بلال عبدالحی حسنی ندوی

جو لوگ دنیا کی تاریخ سے واقف ہیں، وہ جانتے ہیں کہ دنیا کے لیے سب سے مبارک دن وہ تھا جس دن رسول انسانیت ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے، تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے کی دنیا انسانوں کی دنیا نظر نہیں آتی، وہ کہیں درندوں کی دنیا نظر آتی ہے، تو کہیں انسان نما جانوروں کی دنیا نظر آتی ہے، اس وقت کی دو متمدن حکومتیں رومن امپائر (Roman Empire) اور پرشین امپائر (Persian Empire) جن کا دبدبہ تھا، ان کا تمدن کیا تھا؟ ایک سڑا ہوا لاشہ تھا جس کی بدبو سے اس وقت کی پوری دنیا پریشان تھی، ان دونوں متمدن حکومتوں کی تاریخ دیکھ کر جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور حیرت ہوتی ہے کہ انسان گرتا ہے تو جانوروں کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے، اس کی عقل لذت اندوزی کے لیے ایسے ایسے ظالمانہ طریقے اختیار کرتی ہے جس کی طرف کسی ایسے انسان کا ذہن بھی نہیں جا سکتا جس کے پہلو میں دھڑکتا ہوا دل ہو، اس تیرہ و تاریک دنیا میں انسان بھٹک رہا تھا، اس کو زندگی کا سرا نہیں مل رہا تھا، اور نہ کہیں امید کی کرن نظر آ رہی تھی، اور لگتا تھا کہ شاید دنیا اپنی تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے، اور اس کے پیدا کرنے والے نے اس کو فنا کر دینے کا ارادہ فرما لیا ہے، لیکن اللہ کو کچھ اور منظور تھا، دنیا کو اپنا نیا سفر شروع کرنا تھا، اس کو ترقی کے بلند ترین معیار تک پہنچنا تھا، اور وہ انسانیت جو شرمسار کھڑی تھی اس کا سر فخر سے بلند ہونا تھا، علوم وفنون کی گتھیاں سلجھنی تھیں، اور جا بجا علم کی قندیلیں روشن ہونی تھیں، بے بسوں اور کمزوروں کو ان کا حق ملنا تھا، اور عورت جو سر بازار رسوا ہو رہی تھی اس کو اپنا مقام حاصل ہونا تھا، دنیا کے جہنم کدہ کو جنت کدہ میں تبدیل ہونا تھا، کہ مکہ کی گھاٹیوں سے آفتاب نبوت طلوع ہوا، رحمت عالم ﷺ کیا تشریف لائے بہار آ گئی، جو لب مسکرانے کے لیے ترس گئے تھے ان پر مسکراہٹ آئی، جو دل ان حالات کو دیکھ کر مسوس مسوس کر رہ جاتے تھے ان کی کلی کھل گئی، یہ خوشبو ایسی پھیلی کہ ایک صدی بھی نہیں گزرنے پائی کہ دنیا کا ہر حصہ معطر ہو گیا، باد خزاں کے بعد بہار کا دور آیا، باد سموم کے بعد باد نسیم کے ایسے دلنواز جھونکے چلے جنھوں نے مشام جان کو تازگی بخشی، مردہ دلوں کی مسیحائی کی، اور انسانوں میں انسانیت کی بہار آ گئی۔

علم کی یہ خوشبو جو حجاز کی مبارک سرزمین سے چلی تو اس نے کیا ایشیا اور کیا یورپ وامریکہ، ملک ملک کو معطر کیا، اور لوگوں نے سکون کی سانس لی، مگر ان ہی انسانوں میں وہ درندہ صفت لوگ بھی تھے جن کی عادت خون چوسنے کی تھی، جن کا کام ہی اپنی راحت، لذت اور عزت کے لیے دوسروں کی عزتیں لوٹنا اور ان کو ستانا تھا، ان کو یہ عدل وانصاف ایک آنکھ نہ بھایا اور پہلے دن سے انہوں نے اس عادلانہ نظام اور رسول رحمت ﷺ کے خلاف طرح طرح سازشیں شروع کیں، یہ سلسلہ پہلے دن سے چلا اور مختلف مرحلوں سے گزرتا ہوا آج دنیا کی نام نہاد متمدن ملکوں کی شکل میں موجود ہے جن کے پاس اسی رومن اور پرشین کلچر کی دہائی ہے۔

اسلام نے اس تمدن کو جس طرح تراش خراش کر سجایا تھا، اور اس کی غلاظتیں صاف کی تھیں، اور اس کو نکھارا تھا، اور اس میں طرح طرح کے پھول سجا کر ایسا حسین گلدستہ دنیا کو دیا تھا جس کا تصور اس سے پہلے دنیا نہیں کر سکتی تھی، یہ نام نہاد متمدن قومیں نہیں چاہتیں کہ عدل وانصاف کی اس خوشبو کو باقی رکھا جائے، ان کا منشا صرف یہ ہے کہ ان کی طاقت باقی رہے، ان کا سکہ چلتا رہے، اس کے لیے قوموں کی قومیں اور ملک کے ملک بھی تباہ ہوتے چلے جائیں، اس کی ان کو کوئی پرواہ نہیں۔

آج جو کچھ رسول رحمت ﷺ کی ذات اقدس اور آپ ﷺ کی مبارک زندگی کے خلاف کہا یا لکھا جا رہا ہے، یہ اسی کینہ کا نتیجہ ہے جو ان درندہ صفت انسانوں میں پہلے دن سے موجود تھا، اور آج اس کی ترقی یافتہ شکلیں ہیں جو ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں......... (بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

مولانا سید محمد الحسنیؒ

سیرت محمدی ﷺ اور اس کے تقاضے

ربیع الاول کا یہ مبارک مہینہ مسلمانانِ ہند کے لیے ایک نئے پیغام اور نئی دعوت کے ساتھ آیا ہے، یہ پیغام و دعوت واضح الفاظ میں یہ ہے کہ اس وقت ہم مسلمانوں کو عید میلاد کی تقریبات اور جھنڈیوں، آرائشوں اور روشنیوں پر اپنی دولت اور قوت صرف کرنے کے بجائے اپنے بچوں کے دینی مستقبل اور نئی نسل کو شرک و بت پرستی سے بچانے کے لیے صرف کرنی چاہیے۔

اس سے بڑھ کر عجیب وغریب تضاد کوئی نہیں ہوسکتا کہ ایک طرف تو جوشِ محبت میں مہینہ بھر قوالیاں اور نعت خوانیاں ہوں، اور دوسری طرف اپنے دین ومذہب کے بنیادی تقاضوں اور اپنے ملی مسائل سے اس طرح صرفِ نظر کرلیا جائے جیسے کوئی مسئلہ سرے سے موجود ہی نہیں، بلکہ ان ہی تقریبوں اور ذکرِ رسول ﷺ یا نعتِ رسول ﷺ کے درمیان اگر نماز کا کوئی وقت آجائے تو شوق سماع میں اس کو آسانی کے ساتھ ضائع کردیا جائے۔

اگر قوم کا شعور زندہ اور بیدار، اور اس کی قیادت مستحکم اور پائیدار ہوتی تو حق تو یہ تھا کہ تمام مسلمان اس مرتبہ اجتماعی فیصلہ کرلیتے کہ وہ ساری رقم جو وہ ان تقریبات پر خرچ کرتے ہیں، دینی تعلیم کے مسئلہ کے حل کے لیے دے دیں گے، اور جب تک یہ مسئلہ حل نہ ہوگا، چین سے نہ بیٹھیں گے۔

سیرت کی تقریب بہت مبارک، اور ذکر رسول ﷺ کی نورانیت و برکت میں کلام کس کو ہوسکتا ہے، لیکن کیا یہ صرف ہمارے ہی لیے ضروری ہے، ہمارے بچوں کے لیے نہیں جو مشرکانہ تعلیم حاصل کرکے اب نبیوں کو اوتار کہنے لگے ہیں؟ کیا یہ کافی ہے کہ سال بھر میں کچھ دن جشن مناکر ہم اطمینان سے سوجائیں، اور اپنے کان اور دل ودماغ کی کھڑکی ہی بند کرلیں؟ اگر ہماری نئی نسل جس پر ملت اسلامی ہند کے پورے مستقبل کا دارومدار ہے، اپنے رسول ﷺ کی سیرت اور تعلیمات سے بیگانہ ہوجاتی ہے، تو یہ سیرت کے ایمان افروز جلسے اور ولولہ انگیز تقریریں اور یہ جشن و چراغاں آخر کس منطق، دانش مندی اور فہم وفراست کی رو سے جائز، اور قوانین اشیاء کے کس قانون کے تحت درست ہوگا؟ اگر یہ مسئلہ کروڑوں روپے خرچ کرکے اور ہزاروں لاکھوں کارکنوں اور طویل اور سخت جدوجہد کے بعد بھی حل ہوتا تب بھی ہم کو اس نازک اور اہم ترین مسئلہ کے لیے ایک فرد کی طرح کھڑا ہوجانا چاہیے تھا، لیکن اس صورت حال میں (جب کہ اس کے لیے اس قدر کثیر وخطیر سرمایہ کی ضرورت نہیں) اس کی طرف سے غفلت و بے پرواہی بہت بُری علامت ہے، اور سخت اندیشہ کی بات ہے۔

پھر اس تعلیمی مسئلہ کے علاوہ مسلمانوں کے کتنے ملی مسائل اور کام ایسے ہیں جو ان کے ملی وجود کی بقا اور ان کی شخصیت وکردار اور ان کی دعوت وطرزِ زندگی کی حفاظت و بقا کے لیے بے حد ناگزیر اور ضروری ہیں، لیکن ایسا نظر آرہا ہے کہ جیسے ان مسائل کا وجود صرف کاغذ پر ہو، یا ان کا تعلق کسی دوسری قوم سے ہو۔

ہندوستان کے ہر بڑے شہر میں الحمد للہ ایسے متعدد مسلمان تاجر اور کارخانہ دار موجود ہیں جو ان منصوبوں اور کاموں میں سے ایک ایک منصوبہ کے اخراجات تن تنہا برداشت کرسکتے ہیں، لیکن

ع تراہی جی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

اگر کچھ کرنے کا جذبہ، غیرت وحمیت کا احساس، ایمان کے تقاضوں کا پورا اثر اور رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت ہوتی تو پھر یہ دشواریاں، معذوریاں اور تن آسانیاں ہمارا راستہ نہ روکتیں، جو آج سنگ گراں بن کر ہمارے راستہ میں حائل ہوگئی ہیں۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے تو اہل حرفت واہل صنعت اور بڑے تاجروں کو کارخانے اور مل قائم کرنا چاہیے تھا، اور ان کے منافع سے ان بڑے کاموں کا چلانا چاہیے تھا جس کے نہ ہونے سے

مسلمان غربت ولاوارثی اور مایوسی ونیم دلی کے احساس میں مبتلا ہیں، اور یہ احساس روگ کی طرح ان کے پورے اجتماعی وجود میں پھیل رہا ہے۔

سیرت رسول اللہ ﷺ کا تقاضا اور پیغام نماز بھی ہے، اور زکوٰۃ بھی، حج بھی اور روزہ بھی، تبلیغ دین بھی، غریبوں کی خدمت بھی، یتیموں کی اعانت بھی، لیکن کم از کم یہ تو نہ بھولنا چاہیے کہ اس کا پیغام قربانی و ایثار بھی ہے، دین کی راہ میں اور دین کے دوسرے تقاضوں کے لیے اپنی جان و مال نثار کرنا بھی ہے، نہ ختم ہونے والی کوشش اور بے عذر خدمت واطاعت کا جذبہ بھی ہے۔

اہل میلاد مجھے معاف کریں، لیکن سچی بات یہ ہے کہ عام طور پر ان تقریبوں اور محفلوں اور بے مقصد و پیشہ ورانہ تقریروں کی مثال ایسی ہی ہے کہ جیسے کوئی پیاسا آدمی شدت پیاس سے دم توڑ رہا ہو، اور ہم اس کے منہ میں پانی کے چند قطرات ٹپکانے کے بجائے اس کے سامنے پانی کے فضائل ومناقب کا پورا دفتر کھول دیں، اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگیں کہ تیرا یہ حال درحقیقت پانی سے غفلت برتنے اور اس کے چشمہ اور مرکز سے دور ہوجانے کی وجہ سے ہوا ہے، اور پانی پینے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ تو اس پانی کی اہمیت اچھی طرح سمجھے، اور یہ محسوس کرے کہ یہ تیرے وجود اور زندگی کے لیے کتنا ضروری ہے، اور اس آبِ حیات نے کیسے کیسے مردہ تنوں میں روح تازہ پھونک دی ہے، اس کا ایک قطرہ ذریعۂ حیات اور اس کا ایک جرعہ معجزہ پیدا کرسکتا ہے، یہ ساری تقریر اس غریب کے سامنے کی جاتی رہے، اور حقیقت میں اس کے منھ میں پانی کا ایک قطرہ نہ ٹپکایا جائے۔ جگر مرادآبادی نے شاید اسی موقع کے لیے کہا تھا۔

واعظ کا ہر اک ارشاد بجا، تقریر بہت دل چسپ مگر
آنکھوں میں سرورِ عشق نہیں، چہرہ پہ یقیں کا نور نہیں

ہمیں چاہیے کہ ہم ان کاموں کو بھی سیرت رسول ﷺ ہی کی خدمت سمجھیں، اور یہ محسوس کریں کہ ان کا تعلق براہ راست سیرت محمدی سے ہے، اور عین اس کی تعلیم کے مطابق ہیں، سیاست یا پارٹی بندی کا کام سمجھ کر اس سے غفلت یا اس کو دینی لحاظ سے کمتر سمجھنا بڑی نادانی کی بات ہوگی۔

آج اس پیغام کی عملی تطبیق کی ضرورت ہے، محض خوش بیانی یا زبانی وظیفہ (**Lip Service**) اس کے لیے نہ آج کافی ہے، نہ کسی اور زمانہ میں کافی تھا، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) بھی اس پر عمل کرنے پر مجبور تھے، اور آج کے مسلمان بھی اس پر عمل کیے بغیر ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتے، اس کے ایک چھوٹے سے چھوٹے جزو پر عمل ان ہزاروں تقریروں، تحریروں اور جلسے جلوسوں پر بھاری ہے، جن میں عمل کا جذبہ مفقود اور نیت تک درست نہ ہو۔

ہمارا مقصد کسی متعین چیز پر وکالت کرنا اور کسی قسم کی حسنِ طلب نہیں، ہم یہ نہیں کہتے کہ فلاں کام چھوڑیے، فلاں کام اختیار کیجیے، ہم یہ کہتے ہیں کہ نئی نسل کی حفاظت اور مسلمانوں کی زندگی و وجود کے استحقاق کے لیے جو شرائط سنت اللہ اور قرآن و حدیث، تاریخ اسلام، اور ہمارے ماضی وحال کے تجربات اور مشاہدات سے ہمیں معلوم ہیں، ان کو اپنی زندگی کے ڈھانچہ میں وہی اہمیت دینی چاہیے جس کے وہ مستحق ہیں۔

بعض وقت کھانے کھلانے میں بہت مزہ آتا ہے، لیکن شریعت کا تقاضا اور انسان کی خیر وفلاح کسی دوسری چیز میں مضمر ہوتی ہے، کبھی نوافل وعبادت یا اذکار وتسبیحات میں زیادہ لطف آنے لگتا ہے، لیکن آدمی کا علاج اور روحانی فائدہ مضمر ہوتا ہے صدقہ وخیرات میں، اگر سرمایہ دار انفاق فی سبیل اللہ چھوڑ کر نوافل واَوراد پر اکتفا کرلیں، اور غرباء متوسط الحال لوگ اذکار و عبادات چھوڑ کر محض داد ودہش پر اتر آئیں تو اسلامی معاشرہ کا نظام ہی نہیں چل سکتا۔

مالک الملک کی اتباع اور اس کی تابعداری ایک بندہ کا فرض منصبی ہے اور بس، یہ نقطۂ نظر (جو شریعت کی روح اور احکام اسلام کے عین مطابق ہے) اگر آج مسلمان اپنالیں تو وہ بہت سی رکاوٹیں اور حجابات ایک ایک کرکے خود بخود دور ہوجائیں گے جنھوں نے ملت میں اضطراب و مایوسی کی افسوس ناک کیفیت پیدا کردی ہے۔

مولانا واضح رشید حسنی ندوی

یورپ اور مسلمان

مسلمانوں کی آبادی اکثر یورپی ممالک میں اتنی ہوچکی ہے کہ قانونی طور پر وہ بھی ان حقوق کے حقدار ہوگئے ہیں جو حقوق وہاں دوسرے مذہب کے لوگوں کو اپنی آبادی کے لحاظ سے حاصل ہیں، لیکن افسوس کہ مسلمان ابھی بھی ان حقوق سے محروم ہیں، نہ وہ مسجد بنا سکتے ہیں، نہ مدرسہ قائم کر سکتے ہیں، نہ اسکول کھول سکتے ہیں، نہ قبرستان کے لیے زمین حاصل کر سکتے ہیں، نہ سرکاری اسکولوں میں اسلامی تعلیم کے لیے کوئی گھنٹہ ہے، اور نہ ریڈیو پر مذہبی پروگرام نشر کرنے کی ان کو کوئی اجازت ہے، اگرچہ مسلمان ایک لمبی مدت وہاں گزارنے کی وجہ سے ان ممالک کا ایک حصہ بن چکے ہیں، اور وہاں کی ترقی میں ان کا بڑا کردار ہے، کیونکہ ان مسلمانوں میں ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو وہیں پیدا ہوئی، اسی ملک میں وہ پروان چڑھی، وہیں اس نے تعلیم کے سارے مراحل طے کیے، اور اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے اس ملک کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں لا کھڑا کیا۔

لیکن آج ان کو اپنے ان ہی ملکوں میں یہ مطالبہ کرنا پڑ رہا ہے کہ ان کے ساتھ برابری کا معاملہ کیا جائے، ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے، ان کی سلامتی کو یقینی بنایا جائے، اسلامی تشخص کے ساتھ رہنے کی ان کو اجازت دی جائے، وہ تمام شہری حقوق ان کو حاصل ہوں جو عزت کی زندگی کے ضامن ہیں، اور یہی وہ حقوق ہیں جن پر موجودہ تمدن کی اساس ہے، اس لیے کہ تہذیب وتمدن کی بنیاد شرافت انسانی پر ہے، جس میں انسانوں کے درمیان مذہب کی آڑ میں، عقیدہ کی آڑ میں، شہریت (Nationality) کے آڑ میں تفریق نہیں برتی جاتی، اور ہر ملک یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ انہی بنیادوں پر قائم ہے، مسلمانوں کو بہت سے ترقی یافتہ ملکوں میں خاص طور سے یورپی ملکوں میں یہ شکایت ہوتی ہے کہ ان ملکوں میں ان کے ساتھ امتیاز برتا جاتا ہے، ان کو دوسرے بلکہ تیسرے درجہ کا شہری مانا جاتا ہے، میدان تعلیم کا ہو یا سیاست کا، عدالت کا ہو یا کھیل کا، ہر میدان میں ان کو درجہ بندی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بعض ملکوں میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب اتنا بڑھ چکا ہے کہ وہ الیکشن میں بھی بطور امیدوار کھڑے ہوسکتے ہیں، ممبر پارلیمنٹ بن سکتے ہیں، حکومت سازی میں مؤثر کردار ادا کرسکتے ہیں، ان مسلمانوں میں بڑے بڑے سرمایہ دار ہیں، بڑی بڑی کمپنیوں کے مالک ہیں، جو ملک کی معیشت کو بہتر بنانے میں برابر کے شریک ہیں، جیسے فرانس، جرمن، امریکا، برطانیا، لیکن ان ممالک کے قوانین کے تحت مسلمانوں کے ساتھ سوتیلا سلوک کیا جاتا ہے، ان کو شہری حقوق کا حقدار نہیں سمجھا جاتا، اور اسی وجہ سے مسلمان ان ممالک میں زندگی سے دل برداشتہ نظر آتے ہیں، ان کو اپنے مدارس اور تربیتی اداروں کے قیام میں بڑی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے، حتی کہ اسلامی طریقہ پر ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت ملنا بھی مشکل ہوجاتا ہے۔

اسی طرح مسلمان میڈیا کی بھی تنگ نظری کا سامنا کررہے ہیں، جس نے اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کو اپنا مشن بنالیا ہے، اس نے اسلام کو دہشت گردی کے فریم میں اس طرح فٹ کردیا ہے کہ اس کو فریم سے نکالنا بھی مشکل ہوگیا ہے، مسلمان اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے جب بھی قدم اٹھاتے ہیں، میڈیا اس کو دہشت گردی سے تعبیر کرتا ہے، میڈیا کا ٹارگٹ صرف مسلمان ہیں، میڈیا وہاں کے دوسرے باشندوں کی خبروں کو اخبارات کی سرخی نہیں بناتا ہے، فسطائی طاقتوں کی مسلم دشمنی زمانۂ قدیم سے چلی آرہی ہے، کیوں کہ یورپ کو سب سے بڑا خطرہ اسلامیت سے ہے، اسی لیے وہ اس دشمنی میں اور دھنستا چلا گیا، یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے ان ممالک میں رہنا دشوار گزار ہوگیا ہے...........

(بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

معاشرہ کی بگڑتی ہوئی تصویر

مولانا شمس الحق ندوی

یہ بہت عام بات ہے، ہر خاص و عام اس کو جانتا ہے کہ جب بخار یا کسی اور بیماری کے سبب منہ کا مزہ بگڑ جاتا ہے تو عمدہ سے عمدہ اور لذیذ سے لذیذ کھانا بھی بدمزہ معلوم ہوتا ہے، کھانا تو درکنار اکثر اس کے تذکرہ اور خوشبو سے بھی متلی آنے لگتی ہے، اگر کسی علاقہ میں ملیریائی وبا پھیل جائے اور اس قسم کے مریضوں کی تعداد بڑھ جائے اور وہ سب بیک زبان کہنا شروع کردیں کہ ہمارے شہر سے ایسی تمام غذاؤں اور ناؤنوش کی چیزوں کو پھینک دیا جائے جن کو پرانے تصور وخیال کے لوگ پسند کرتے ہیں، اور ان کو لذیذ و مزیدار بتاتے ہیں تو کیا شہر کے طبیب وڈاکٹر اور صحت مند و باذوق لوگ ان مریضوں کی بات مان لیں گے، کیا اس شہر کے محکمۂ صحت کے لوگ ان مریضوں کی بات پر کان دھریں گے؟ اور خدانخواستہ کان دھریں اور اس پر عمل کریں تو کیا یہ نہ کہا جائے گا کہ ان سب کی عقلوں میں فتور واقع ہوگیا ہے، اکثریت و ماحول کی تبدیلی نے ان کی ایسی نظر بندی کردی ہے کہ اپنا علم وفن اور تجربہ سب کچھ بھول گئے ہیں، ہماری آج کی دنیا کا کچھ ایسا ہی حال ہو رہا ہے، تہذیب جدید کے زیرنگوں نے دہنوں کو اتنا مسموم کردیا ہے کہ ہر سیدھی چیز ٹیڑھی اور ٹیڑھی چیز سیدھی معلوم ہو رہی ہے جس کے نتیجہ میں ہمارے سماج وسوسائٹی کی کوئی کل سیدھی نہیں رہ گئی ہے، ہمارے وسائل نشر و اشاعت اور ذرائع ابلاغ نے معصوم وسادہ لوح بچوں سے لے کر نوجوانوں اور بوڑھوں تک کے ذہنوں کا سانچہ ایسا بدل دیا ہے کہ محبت و شرافت، ہمدردی و خدمت خلق کے جذبات کی جگہ تنگ مزاجی، عداوت و دشمنی، قتل و گارت گری، بے حیائی اور فحاشی نے لے لی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان، سانپ، بچھو، بھیڑیوں اور درندوں کو مات کر رہا ہے، انسانوں کو اس طرح مارا، جلایا اور موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے، جس طرح سے موذی جانوروں کو مارنے کی اسکیم چلائی جاتی ہے، دنیا کے مختلف ملکوں اور علاقوں میں رنگ ونسل کی بنیاد پر ہونے والے خون خرابہ کے علاوہ ہوا وہوس کا مارا انسان کس بے دردی کے ساتھ معمولی معمولی باتوں پر انسانوں کو مار رہا ہے، کون سا دن گزرتا ہے کہ جس میں ندی نالوں اور کھیتوں سے مسخ شدہ لاشوں کے ملنے کی خبر نہ آتی ہو اور یہ وہ ہے جو پریس میں آگئی، ایسے کتنے واقعات ہوں گے جو مقامی لوگوں کے علاوہ کسی کو نہیں معلوم ہوتے، بات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ مالک اگر اپنے افراد خاندان کے ساتھ ٹیلی ویژن دیکھ رہا ہے اور خادم کو اس وقت کسی کام کے لیے بھیج دیتا ہے اس کو ٹیلیویژن دیکھنے کا موقع نہیں دیتا تو ٹیلیویژن پر دکھائی جانے والے قتل وغارتگری کے مناظر نے اس کے ذہن کو ایسا دہشت گرد بنا دیا ہے کہ وہ بے جھجک اپنے مالک اور اس کے خاندان کو اپنی گولیوں کا نشانہ بنا دیتا ہے، ہمارے یہ وسائل ابلاغ نفع سے زیادہ نقصان پہنچا رہے ہیں، انسانیت کا سبق پڑھانے کے بجائے درندگی و بہیمیت کا پرچار کر رہے ہیں لیکن کسی کی زبان کہ اس پر تنقید کرے، اس کے نقصانات کو بیان کرے، کون ہے جو کہے کہ بھائیو! تمہارے منہ کا مزہ بدل گیا ہے، تمہاری نظر بندی کردی گئی ہے، تم اپنا علاج کرو، محکمۂ صحت کے لوگوں کا مشورہ مانو، ڈاکٹروں کو جنونی و پاگل مت سمجھو ورنہ تم سب کے سب تباہ وبرباد ہو جاؤ گے۔

یہ کام صرف نبی علیہ السلام کا ہوتا ہے جو پوری انسانی آبادی کا روحانی طبیب و معالج ہوتا ہے، جب سے دنیا آباد ہوئی ہے اس وقت سے برابر یہ ہوتا آیا ہے کہ جب بھی انسانوں کے ذوق وفطرت سلیمہ میں بگاڑ پیدا ہوا ہے تو انبیاء کرام نے آکر ان کی مسیحائی کی ہے، اور سب سے اخیر میں خاتم الانبیاء حضرت محمد

ﷺ تشریف لائے ہیں، اور بگڑی ہوئی انسانیت کے درد کا درماں بنے ہیں، اور انسانیت کو تباہی سے بچایا ہے، آپ ﷺ کے اس دنیا سے جانے کے بعد آپ ﷺ کی لائی ہوئی کتاب محفوظ ''قرآن کریم'' اور آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے روشن مینار ہے اور اس کو برابر روشن رکھنے والے آپ ﷺ کی امت کے علماء ہیں، جو آپ ﷺ کی تعلیمات کے پیرو ہیں اور اس کی دعوت دیتے کہ انسانیت فلاح وکامیابی سے اسی وقت ہمکنار ہوسکتی ہے جب ان تعلیمات واصولوں پر عمل کرے مگر افسوس یہ ہے کہ ذوق ومزاج اتنا بگڑ چکا ہے کہ اپنی لگائی ہوئی آگ میں جلنے والے عصر حاضر کے انسانوں کو بھلائی کی طرف بلانے والے ان بھلے انسانوں ہی پر غصہ آرہا ہے اور ان کو بنیاد پرستی اور مذہبی کٹرپن کا طعنہ دے کر ان کی آواز کو بے اثر بنا رہے ہیں۔

دنیا کا کون پڑھا لکھا انسان ہے جس کے سامنے صبح اٹھتے ہی ہمارے آج کے سماج وسوسائٹی کی ایک جھلک نہ نظر آجاتی ہو مگر کتنے ایسے انسان ہیں جو اس جھلک کو دیکھ کر تڑپ اٹھتے ہوں، بے کل وبے چین ہوجاتے ہوں، انسانیت کی اس خونیں تصویر کو دیکھ کر اگر کوئی تڑپتا اور بے چین ہوتا ہے تو وہی لوگ جن کو مذہبی جنون اور بنیاد پرستی کا طعنہ دیا جاتا ہے، دنیا میں اور ہمارے ملک میں جگہ جگہ زندگی کا بیمہ کرانے کی کمپنیاں قائم ہیں مگر کتنے ہیں جو زندگی کو محفوظ کرتے ہیں؟ ہاں مرجانے پر انشورنس کی رقم دے دیتے ہیں، مگر جن تعلیمات کے ذریعہ حقیقتاً زندگی کا بیمہ ہوتا ہے ان کو ماننے کے لیے کوئی تیار نہیں بلکہ ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے، اس تحقیر کی جاتی ہے، ہمارا پڑھا لکھا طبقہ کچھ تو سوچے کہ کیا ہورہا ہے؟ انسان کہاں جارہا ہے؟ جو آج محفوظ ہے کیا وہ کل بھی محفوظ رہے گا، حالات جس تیزی کے ساتھ تبدیل ہورہے ہیں، اگر ان کے رخ کو موڑا نہ گیا، ان کے بدلنے کی فکر نہ کی گئی تو چند برسوں میں انسانی آبادی باہم اس تیزی سے ٹکرائے گی کہ سمندری طوفان سونامی بھی اس کے سامنے مات کھا جائے گا۔

بقیہ: یورپ اور مسلمان

اسی طرح نوجوانوں میں اسلام کے تعلق سے بیداری اور اس سے ان کا تعلق اور کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اسلامی شعائر پر عمل یورپین لوگوں کے دلوں میں شک کے بیج بو رہا ہے، جو اسلامی تعلیمات سے آگاہ نہیں، ان کے شک کو ابھارنے والے وہ یورپین قلمکار ہیں جنہوں نے اپنے قلم کو سوویت یونین کے سقوط کے بعد اسلام دشمنی کا لبادہ پہنا دیا۔

یورپین ممالک میں مسلمانوں کی یہ کوششیں اپنے جائز حقوق کے حصول کے لیے ہیں، اور خاص طور پر ان ممالک میں جہاں جمہوری نظام قائم ہے، اور ہر جمہوری حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق دے، اور ان کو اطمینان کے ساتھ زندگی گذارنے کا موقع دے، لیکن بعض ترقی یافتہ ملکوں میں صحافی، جج، ماہر تعلیم کشادہ دلی کا مظاہرہ نہیں کر پا رہے ہیں، ان کے دلوں میں مسلمانوں کا وہ احترام نہیں ہے جو ہونا چاہیے، ان ملکوں میں مسلمانوں کے یہ مطالبات ملکی قانون کے مطابق ہیں، تاکہ وہ عزت دار شہری کی طرح ان ملکوں میں رہ سکیں، اور ملک کی تعمیر میں حصہ لے سکیں۔

یورپ کے بارے میں یہ رائے ہے کہ وہ حقیقت کا اعتراف کرتا ہے اور اس کا احترام کرتا ہے، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے بہت سے یورپین ممالک کو اپنا وطن بنایا، جہاں ان کی کئی نسلیں گزر چکیں ہیں، اور وہ اس ملک کے ماحول سے ہم آہنگ ہوچکے ہیں، لیکن وہ اپنے عقیدہ کی وجہ سے کچھ خاص میلانات ، رجحانات اور تعلیمات کے حامل ہیں، اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ ان تعلیمات کی روشنی میں اپنی زندگی بسر کریں، اور اپنے مذہب پر عمل پیرا ہوں، اور یہ خواہش اس ملک کے نظام اور وہاں کی طرز زندگی سے ٹکراتا بھی نہیں ہے، اگر یورپ اس حقیقت کو قبول کرلے اور مسلمانوں کے تعلق سے یک جہتی کا مظاہرہ کرے تو یہ موجودہ دنیا کے لیے ایک نمونہ ہوگا، اور تہذیبی قیادت کے لیے ایک اہم عنصر ہوگا، اور یورپ اور عالم اسلام کے درمیان تعلقات استوار کرنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کی آخری تین وصیتیں

مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی

احادیث کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری ایام زندگی میں امت اسلامیہ کو چند اہم امور کی طرف توجہ دلائی ہے اوران میں بھی تین باتیں بطور خاص ارشاد فرمائیں جو بنیادی اور اصولی حیثیت رکھتی ہیں، جن کے بغیر صحیح اسلامی معاشرہ کبھی بھی تشکیل نہیں پاسکتا۔

پہلی چیز کا تعلق عقائد سے ہے، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ وغیرہ راوی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو ایک سیاہ دھاری دار چادر آپ ﷺ پر پڑی ہوئی تھی، آپ ﷺ اس کو کبھی چہرہ مبارک پر ڈالتے جب تکلیف ہونے لگتی تو اس کو ہٹا دیتے، اسی حال میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہود ونصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہیں بنالیا، اور یہ بھی ارشاد فرمایا: میری قبر کو جشن گاہ (اور ایک روایت میں ہے) سجدہ گاہ مت بنانا۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے امت کو عقیدہ کے بگاڑ اور شرک کی آلودگیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے نہایت واضح تعلیمات عطا فرمائی ہیں، کیونکہ اسلام کا بنیادی رکن توحید خالص ہے، جس کے بغیر کوئی بھی عمل قابل قبول نہیں، رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک کے آئینہ میں یہ بات آئی کہ امت کے عقیدہ میں شرک کی آمیزش سب سے زیادہ قبر پرستی سے آئے گی اور یہ امت مردہ پرست ہو جائے گی، جس کا مشاہدہ ہم سب کھلی آنکھوں کر سکتے ہیں، مزاروں، درگاہوں اور مقبروں میں کیا کچھ نہیں ہو رہا ہے، بلکہ اب بعض جگہوں پر ایسا کھلم کھلا شرک ہو رہا ہے کہ بتوں کی پوجا اور اس میں فرق مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے امت کو اپنے آخری مرض میں قبر پرستی کے فتنہ سے بچانے اور شرک جیسی گھناؤنی چیز سے محفوظ رکھنے کے لیے بار بار تاکید فرمائی اور اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے اپنی ذات کا بھی استثناء نہیں فرمایا، تاکہ ساری امت پر خوب اچھی طرح واضح ہو جائے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کے ساتھ یہ مشرکانہ عمل نہیں کیا جاسکتا تو اولیاء وشہداء اور دوسرے نیک بندوں کی قبروں کے ساتھ تو بالکل نہیں کیا جاسکتا اور ایسا کرنا کفر وشرک کے مرادف ہوگا۔

دوسری بات آپ ﷺ نے عبادات کے تعلق سے فرمائی اور بار بار فرمائی وہ نماز کا اہتمام اور پابندی ہے کیونکہ یہ اسلام کی جان اور عبادت کی ریڑھ کی ہڈی ہے، اس کے بغیر اسلام کا تصور ہی نہیں تھا، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ منافق بھی نماز نہیں چھوڑ سکتے تھے اور آج جو کچھ ہو رہا ہے اس پر آسمان وزمین بھی گریہ کناں ہوں تو کوئی تعجب نہیں، اور جہاں کہیں بھی کچھ بھی اسلامی شکل پائی جاتی ہے وہاں آج بھی نماز کو اولیت اور ترجیح حاصل ہے۔

تیسری بات معاملات کے تعلق سے ارشاد فرمائی اور بڑی اہمیت وتاکید سے فرمائی، غلاموں، ماتحتوں اور دستنگروں کی خبر گیری اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی، وفات کے قریب آپ کی زیادہ تر وصیت یہ تھی: "الصلاۃ وما ملکت أیمانکم" دیکھو! نماز کا اہتمام کرنا اور غلاموں اور ماتحتوں کا خیال رکھنا، یہ آپ ﷺ برابر فرماتے رہے، یہاں تک کہ زبان سے ان الفاظ کا ادا کرنا مشکل ہو گیا اور معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سینہ مبارک سے ان الفاظ کو ادا کرنے کی کوشش فرما رہے ہیں۔

آج کہنے کو تو دور غلامی ختم ہو گیا لیکن ذہنی، عقلی، فکری اور اقتصادی غلامی کا ہر طرف دور دورہ ہے، ایسے غلاموں کی تعداد بڑھانے کے لیے طرح طرح کے اسباب اختیار کیے جاتے ہیں، کہیں اشترا کی عقل وفکر کی بالادستی قائم کرنے کے لیے اس کی مدح سرائی میں آسمان وزمین کے قلابے ملائے جاتے ہیں اور جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کرنے میں مہارت وفن کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، کہیں سرمایہ دار اپنی جھولیوں کو بھرنے کے

لیے ظلم و جبر کا سہارا لیتے ہیں اور غریب مزدوروں کا خون چوس چوس کر اپنی تجوریاں بھرتے اور ان کی محنت اور مشقت کے بل بوتے پر اپنی فلک بوس عمارتیں تعمیر کرتے ہیں۔ آج کے سرمایہ دار جو کارخانوں کے مالک، فیکٹریوں کے ذمہ دار اور صنعت و حرفت کے ادارے چلانے والے ہیں، کیا وہ غریب مزدور اور مفلس ملازم کے حقوق کے بارگراں سے سبکدوش ہو چکے ہیں، کیا وہ اپنی مالی حالت بہتر بنانے اور سرمایہ کو مستحکم کرنے کی فکر میں ان معمولی پیشہ والوں کا استغلال نہیں کر رہے ہیں، کیا وہ مالکان و ذمہ داران مزدور کی بھرپور مزدوری، ملازم کی پوری تنخواہ اور کام کرنے والوں کی مکمل اجرت ادا کر رہے ہیں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو (رواہ ابن ماجہ)، اور ایک دوسری جگہ دھمکی آمیز لہجہ میں رسول اللہ ﷺ نے حدیث قدسی میں یوں فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قیامت مین تین آدمیوں کے میں خود مدمقابل ہوں گا: ۱- وہ شخص جس نے میرے نام پر عہد کیا اور پھر غداری کی۔ ۲- وہ شخص جس نے کسی آدمی پکڑ کر بیچ لیا اور اس کا پیسہ کھاتا رہا۔ ۳- وہ شخص جس نے اجرت پر مزدور رکھے اور ان سے پوری پوری محنت لی اور اجرت ومزدوری نہیں دی۔ (مسلم)

ظاہر ہے کہ جب خداوند قدوس کسی کے مقابلہ پر آجائیں تو اس کی ہلاکت و بربادی میں کیا شبہ رہ جاتا ہے، ایسے تمام لوگوں کو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنا چاہیے کہ کہیں وہ اپنے کام سے اپنی ہلاکت و بربادی کا سامان تو نہیں کر رہے ہیں، دیکھنے میں تو دولت کے انبار لگا رہے ہوں اور حقیقتاً ذلت ورسوائی جمع کی جارہی ہو، ایسی ہی دولت وکمائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿شَارِكْهُمْ فِي الأَمْوَالِ وَالأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلا غُرُورًا﴾ (اے شیطانو! تم ان کے مال واولاد میں ساجھے دار بن جاؤ، اور ان سے خوب وعدے کرو، حالانکہ شیطان کے وعدے محض دھوکہ ہیں)۔

یہ ہیں وہ چند بنیادی اور اساسی امور جن سے ایک بہتر اسلامی ماحول تشکیل پاتا ہے اور ایک صحیح اسلامی معاشرہ کی تعمیر ہوتی ہے، ان کو آپ رسول اللہ ﷺ کی تین وصیتیں کہہ لیجیے یا نصیحتیں، کیونکہ آپ ﷺ نے تین بنیادی امور عقائد وعبادات اور معاملات کی تین اساسی واصولی چیزیں ذکر کر دیں، اس لیے عقائد میں جو شخص قبر پرستی اور غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرنے سے اپنے آپ کو بچالے اس کے لیے توحید کی شاہراہ ہموار ہو جائے گی اور دوسرے مشرکانہ اعمال سے بآسانی بچ سکے گا، لیکن جو قبر پرستی کا شکار ہوا تو غیروں کے بارے میں حاجت روائی، مشکل کشائی، نجات دہندگی اور نہ جانے کیا کیا تصورات اور اعتقادات اس کے ذہن ودماغ کی سلوٹوں میں بیٹھ جائیں گے، ایسے شخص کی ہلاکت وبربادی میں کوئی کلام نہیں، قرآن کریم اور کلام رسول ﷺ اس پر شاہد عدل ہیں۔

اسی طرح عبادات میں جو شخص نماز جیسی مہتم بالشان عبادت میں کوتاہی کرنے والا ہوگا تو جیسا کہ اتالیق امت حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ نے فرمایا: ''جو نماز کا ضائع کرنے والا ہوگا تو وہ دوسری چیزوں کا بدرجہ اولیٰ ضائع کرنے والا ہوگا''۔ اب جو نماز کو نماز کی طرح ادا کرے گا اور اس کا اہتمام کرے گا وہ کیسے دوسری عبادات میں کوتاہی کرسکتا ہے، اور کیسے دوسرے امور میں لاقانونیت برت سکتا ہے۔

معاملات میں آپ ﷺ نے غلاموں اور دست نگروں کے حقوق کی اہمیت بیان فرمائی کیونکہ جو شخص اپنے ماتحتوں، غلاموں اور بے کس ومجبور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے گا وہ کیسے پڑوسیوں، ہم سایوں، عزیز واقارب اور والدین وغیرہ کے حقوق میں کوتاہی کرسکتا ہے، بلکہ اس کے دل میں کمزور طبقہ سے ہمدردی والفت ایسی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ان کے سکھ دکھ کو اپنا سکھ دکھ تصور کرنے لگتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کی اس کیفیت کی وجہ سے برکتوں اور نعمتوں سے نوازتے ہیں اور اس کے سامنے ہمہ وقت اللہ کے رسول ﷺ کے یہ ارشادات تازہ رہتے ہیں کہ جو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس کو فقر وفاقہ کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ مجھے ضعفاء میں تلاش کرو۔ اے اللہ مجھے مسکین رکھ، اسی حالت میں موت دے اور مسکین ہی اٹھا۔

تیمم
کے چند ضروری مسائل

مفتی راشد حسین ندوی

نماز کی اہم ترین اور بنیادی شرط طہارت یعنی مکمل طور سے پاکی حاصل کرنا ہے، اسی لیے حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت ہے، طہارت کبھی ظاہری نجاست سے حاصل کی جاتی ہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی بھی طریقہ سے بدن، کپڑے اور جگہ کو ظاہری نجاست سے پاک کرلیا جائے، کبھی حکمی نجاست سے حاصل کی جاتی ہے، یعنی اگر غسل واجب کرنے والی کوئی چیز پیش آجائے، تو غسل کیا جائے اور اگر وضو واجب کرنے والی کوئی چیز پیش آجائے تو وضو کیا جائے، ان دونوں کو حکمی طہارت اس لیے کہا جاتا ہے کہ غسل اور وضو کو واجب کرنے والی چیزیں پیش آنے پر جن اعضاء کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے، ظاہری طور پر ہمیں ان اعضاء پر کوئی نجاست نظر نہیں آتی، لیکن شریعت کے حکم پر ہم ان کو دھوتے ہیں، لہٰذا اس کا نام حکمی طہارت رکھ دیا گیا۔

پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ پانی دستیاب نہ ہونے یا دستیاب ہونے کے باوجود اس کے استعمال پر قادر نہ ہونے کے سبب وضو یا غسل کرنا ممکن نہیں ہوتا، ایسے قوموں کے لیے تیمّم کی اجازت دی گئی، اور بتایا گیا کہ یہ اجازت صرف حضور ﷺ کی امت کے لیے خاص ہے، پہلے قوموں کو یہ اجازت نہیں دی گئی، تیمّم کی مشروعیت کی تصریح کرتے ہوئے قرآن مجید میں ہے:

﴿وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ﴾ (النساء:۴۳)

(اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں ہو، یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت کرکے آیا ہے، یا عورتوں کے پاس گئے ہو، پھر تم کو پانی نہ ملا تو پاک زمین سے تیمّم کرو، پھر ملو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو)، اور امت محمدیہ کے ساتھ اس کے مخصوص ہونے کی صراحت حدیث شریف میں یوں وارد ہوئی ہے: ''حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمیں لوگوں پر تین چیزوں سے فضیلت دی گئی: (۱) ہماری صفوں کو فرشتوں کی صفوں کی طرح کیا گیا، (۲) پوری زمین ہمارے لیے سجدہ گاہ بنائی گئی، (۳) اور اس کی مٹی کو ہمارے لیے اس وقت پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا گیا جب ہم پانی نہ پائیں۔ (مسلم)

بہر حال جس کے اوپر وضو یا غسل فرض ہوگیا ہو، تو خواہ وہ سفر میں ہو یا مقیم ہو مندرجہ ذیل صورتوں میں اس کے لیے تیمّم کرنا جائز ہوتا ہے:

۱- جب اس کے پاس سرے سے پانی موجود ہی نہ ہو، یا اتنا پانی موجود نہ ہو جو طہارت کے لیے کافی ہوسکے، اگر پتہ چلے کہ یہاں سے ایک میل شرعی (جس کی مقدار تقریباً ایک کیلومیٹر، ۸۲۸ میٹر، ۸۰ سینٹی میٹر ہوتی ہے) کی دوری پر ہے تب بھی یہی سمجھا جائے گا کہ اس کے پاس پانی نہیں ہے، اس سے کم دوری پر پانی ہو تو تیمّم صحیح نہیں ہوگا، اس لیے کہ حضرت عمران ابن حصینؓ فرماتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، پھر آپ نے ایک شخص کو الگ تھلگ دیکھا، آپ نے پوچھا: تم نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟ اس نے کہا: مجھے جنابت لاحق ہوگئی ہے اور پانی موجود نہیں ہے، آپ نے فرمایا: صعید (مٹی وغیرہ) اختیار کرو وہ تمہاری کفایت کرے گی۔ (متفق علیہ) اور حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صعید اس شخص کے لیے پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے جو دسیوں سال پانی نہ پائے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

۲- اس کے پاس پانی موجود ہے، لیکن اس کے اکثر حصوں پر زخم ہیں، یا کوئی بیماری ہے، اور ڈاکٹر نے منع کردیا کہ پانی کا

استعمال کروگے تو شفایابی نہیں ہوگی یا دیر سے شفایابی ہوگی، یا خود اس کا تجربہ اور غلبہ ظن کہتا ہے کہ پانی کے استعمال سے ایسا ہوجائے گا تو ایسے شخص کے لیے تیمّم جائز ہے، اس لیے حضرت جابرؓ کی روایت ہے، فرماتے ہیں: ہم ایک سفر میں نکلے، ہم میں سے ایک شخص کو پتھر لگ گیا جس سے اس کے سر میں زخم ہوگیا، پھر اسے احتلام ہوگیا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا: کیا تم لوگ میرے لیے تیمّم کی اجازت پاتے ہو؟ اس کے ساتھیوں نے کہا: تمہارے پانی پر قدرت رکھنے کی حالت میں ہم تیمّم کی اجازت نہیں پاتے، تو اس شخص نے غسل کرلیا اور اس کی موت واقع ہوگئی، پھر جب ہم نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں نے اس کی جان لے لی، اللہ انہیں ہلاک کرے! جب انہیں مسئلہ معلوم نہیں تھا تو پوچھ کیوں نہیں لیا؟ اس لیے کہ عاجز کی شفاء سوال کرنے میں ہے، اس کے لیے صرف یہ کافی ہوتا ہے کہ تیمّم کرتا، اپنے زخم پر پٹی باندھتا، اس پر مسح کرلیتا، بقیہ سارا بدن دھوڈالتا۔ (ابوداؤد)

۳- جب غسل واجب ہوجائے، جس پانی سے اسے غسل کرنا ہے وہ بہت ٹھنڈا ہے، اس کے پاس گرم کرنے کے وسائل موجود نہیں ہیں، اور اسے خوف ہے کہ اس ٹھنڈے پانی سے غسل کرلیا تو مرجاؤں گا یا بیمار ہوجاؤں گا تو اس صورت میں بھی غسل کے بجائے تیمّم کرسکتا ہے، لیکن وضو کی جگہ تیمّم کی اجازت نہیں ہوگی۔ (شامی: ۱/۱۷۲) اس کی دلیل حضرت عمرو ابن العاصؓ کی روایت ہے کہ انہیں جب غزوہ ذات السلاسل میں بھیجا گیا فرماتے ہیں: مجھے سخت ٹھنڈی رات میں احتلام ہوگیا، مجھے ڈر ہوا کہ اگر غسل کرلیا تو ہلاک ہوجاؤں گا، تو میں نے تیمّم کرلیا، پھر اپنے ساتھیوں کو فجر کی نماز پڑھائی پھر جب ہم نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو لوگوں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو! تم نے جنابت کی حالت میں ساتھیوں کو نماز پڑھادی؟ میں نے عرض کیا: مجھے اللہ کا یہ فرمان یاد آگیا: ﴿لَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيماً﴾ (اپنے کو ہلاک نہ کرو، بے شک اللہ تم پر رحم کرنے والا ہے)، چنانچہ میں نے تیمّم کیا اور نماز پڑھادی، تو نبی کریم ﷺ ہنس پڑے اور کچھ کہا نہیں۔ (احمد، ابوداؤد، دارقطنی، بخاری تعلیقاً)

۴- پانی قریب ہے، مثلاً وہ کنویں کے پاس ہے لیکن اس کے پاس ڈول اور رسی وغیرہ نہیں ہے جس سے پانی نکال سکے، یا وہ ٹرین پر ہے اور پانی لینے جائے گا تو ٹرین چھوٹ جائے گی۔ (شامی: ۱/۱۷۳)

۵- پانی موجود ہے لیکن اگر اس سے غسل یا وضو کرلیا تو پینے کے لیے پانی نہیں رہے گا، خواہ پیاس ابھی لگی ہو یا آئندہ لگنے کا خیال ہو، یا پانی ہے، لیکن اس سے کپڑے یا بدن کی حقیقی نجاست دور کرنی ہے۔ (ایضاً)

۶- نماز عید یا میت کے ولی کے علاوہ دوسرے شخص کو جنازہ کی نماز چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو، کسی اور نماز کے لیے یہ اجازت نہیں ہوتی خواہ قضاء ہوجانے کا خوف ہوجائے۔

مندرجہ بالا صورتیں پیش آنے پر تیمّم کرکے نماز پڑھے گا، پھر اس نماز کے اعدہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے، لیکن اگر وضو یا غسل کی رکاوٹ لوگوں کی طرف سے ہو، جیسے کسی قیدی کو وضو سے روک دیا جائے، یا کوئی دھمکی دے کہ وضو کیا تو قتل کردوں گا اور وہ اس پر قادر بھی ہے، یا پانی موجود ہے لیکن اسے معلوم ہے کہ دشمن گھات میں بیٹھا ہے، اس کے نکلتے ہی قتل کردے گا تو اس کے لیے حکم یہ ہے کہ فی الحال تیمّم کرکے نماز پڑھ لے انشاء اللہ اگر اسی حال میں انتقال ہوگیا تو عند اللہ یہ نماز قبول کرلی جائے گی، لیکن اگر بعد میں اسے موقع مل جائے تو ان تمام نمازوں کو دھرانا ہوگا۔ (شامی: ۱/۱۷۲)

تیمّم کا طریقہ: تیمّم کا طریقہ یہ ہے کہ حصول طہارت کی نیت کے ساتھ پاک مٹی (یا جنس ارض کی کسی پاک چیز) پر دو مرتبہ ہاتھ مارے، ایک دفعہ ہاتھ مار کے اس کو جھاڑ دے اور ہاتھوں پر پھونک مارلے پھر پورے چہرے پر ہاتھوں کو پھیر لے اس طرح کہ چہرہ کا کوئی حصہ بال برابر بھی باقی نہ رہنے پائے پھر دوسری مرتبہ اسی طرح ہاتھ مار کے کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا اس طرح مسح کرے کہ بال برابر جگہ بھی چھوٹنے نہ

پائے، انگوٹھی یا کنگن وغیرہ پہنے ہے تو اس کو اتار لے یا اس کو یقینی بنائے کہ اس کے نیچے تک ہاتھ پہنچ جائے، اس طرح کرنے کے بعد تیمّم پورا ہو جائے گا، خواہ وضو کی جگہ کیا ہو یا غسل کی جگہ، اور وہ تمام چیزیں جائز ہو جائیں گی جن کے لیے طہارت شرط ہے، مثلاً نماز پڑھنا اور قرآن مجید چھونا وغیرہ، حدیث شریف میں تیمّم کا طریقہ بتاتے ہوئے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ''تیمّم کی دو ضربیں ہیں، ایک ضرب چہرہ کے لیے، دوسری ضرب کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے (دارقطنی)، نیز ابو داؤد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے فرماتے ہیں: ایک شخص کا گزر ایک گلی سے ہوا، اس کی ملاقات آنحضرت ﷺ سے ہوئی، آپ بڑے یا چھوٹے استنجاء سے فراغت کر کے نکلے تھے، اس شخص نے آپ ﷺ کو سلام کیا، تو آپ ﷺ نے اس کو جواب نہیں دیا، یہاں تک کہ جب وہ شخص گلی سے چھپ جانے کے قریب پہنچ گیا تو آنحضرت ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ دیوار پر مارے اور دونوں ہاتھوں سے چہرہ کا مسح کیا، پھر ایک بار مزید ہاتھ مارا اور اپنی دونوں کلائیوں کا مسح کیا، پھر اس شخص کو آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: سلام کا جواب دینے سے مانع یہ تھا کہ میں طہارت پر نہیں تھا''۔

تیمّم پاک مٹی سے بھی جائز ہے اور ریت پتھر گچ وغیرہ جیسی کسی بھی جنس ارض سے بھی جائز ہے، اس لیے کہ قرآن مجید میں ''صعید طیب'' سے تیمّم کا حکم دیا گیا ہے، صعید سے مراد روئے زمین ہے اور طیب کے معنی پاک کے ہیں، البتہ امام شافعیؒ کے نزدیک صعید کے معنی مٹی کے ہیں اور طیب سے مراد قابل کاشت کے ہیں، لہٰذا ان کے نزدیک تراب منبت کے علاوہ کسی اور چیز سے تیمّم جائز نہیں ہے''۔ (ہدایہ: ۱/۵۱)

نواقص تیمّم: وضو کو توڑنے والی کسی بھی چیز کے پیش آجانے سے تیمّم ٹوٹ جاتا ہے، اور اگر غسل کے لیے تیمّم کیا تھا تو غسل کو واجب کرنے والی کسی چیز کے پیش آنے سے دوبارہ جنبی ہو جائے گا، لیکن اگر وضو کو توڑنے والی چیز پیش آتی ہے تو صرف محدث ہوگا جنبی نہیں ہوگا، اس کے علاوہ جس عذر سے تیمّم جائز ہوا تھا اس کے ختم ہونے سے بھی تیمّم ختم ہو جائے گا، مثلاً پانی نہ ہونے کے سبب تیمّم کیا تھا اور پانی مل جائے یا کسی مرض کے سبب کیا تھا اور وہ مرض زائل ہو جائے تو تیمّم ٹوٹ جائے گا، اور اگر نماز پڑھنے کی حالت میں ایسا ہو جائے تو یہ نماز وضو یا غسل کر کے پھر سے پڑھنی ہوگی، لیکن اگر نماز پڑھ لینے کے بعد پانی ملے یا مرض زائل ہو تو اس نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے خواہ وقت باقی ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں، دو آدمی سفر میں نکلے، نماز کا وقت ہو گیا، ان کے ساتھ پانی نہیں تھا، تو انہوں نے صعید طیب سے تیمّم کیا، اور نماز پڑھ لی، پھر وقت کے اندر ہی پانی مل گیا تو ایک نے وضو اور نماز دہرا لی، دوسرے نے نہیں دہرائی، پھر دونوں آنحضرت ﷺ کے پاس آئے، اور ماجرا بیان کیا تو آپ ﷺ نے اعادہ نہ کرنے والے سے فرمایا: تم نے صحیح طریقہ اختیار کیا اور تمہاری نماز ہوگئی''، اور جس نے وضو کر کے نماز دہرائی تھی اس سے فرمایا: ''تمہیں دگنا ثواب ملا''۔ (ابو داؤد، نسائی) واللہ اعلم

بقیہ: انسانیت کی مسیحائی

مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسانوں کی اکثریت اپنے اندر دھڑکتا ہوا دل اور انسانیت کا درد رکھتی ہے، اس کے سامنے جب انسان کامل ﷺ کا نمونۂ انسانیت پوری سچائی کے ساتھ آتا ہے تو ان کے دلوں کی کیفیت بدلنے لگتی ہے، اور ایک پیاس محسوس ہونے لگتی ہے جو صرف اُسوۂ رسول اکرم ﷺ کے آب زُلال سے بجھتی ہے، آج ہم مسلمانوں کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے کہ ہم ایک طرف سیرت طیبہ کے پیغام کو عام کرنے کی کوشش کریں، اور ایک ایک فرد تک اس کو پہچائیں، اور خود اس مبارک اُسوہ کو سامنے رکھ کر اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق کرنے کی کوشش کریں، تاکہ علم وعمل کی دعوت دنیا تک پہنچے، حقیقت اور سچائی کے جاننے والوں کو ان کی غذا مل سکے، اور تاریک دنیا میں جگہ جگہ علم وعمل، عدل وانصاف اور امن وامان کی قندیلیں روشن ہوں!

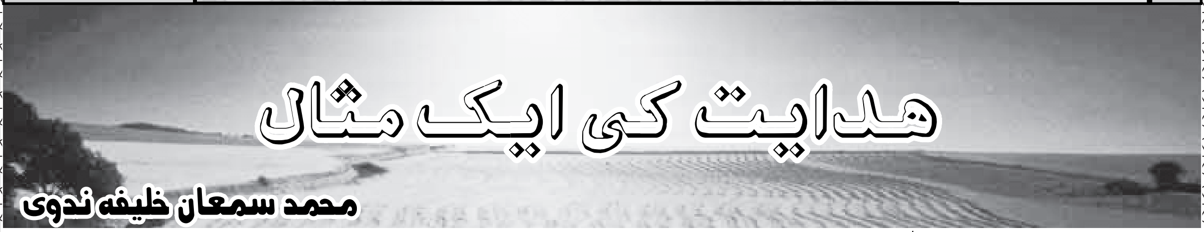

ھدایت کی ایک مثال

محمد سمعان خلیفہ ندوی

چراغ مصطفوی سے شرارِ بولہبی کی ستیزہ کاری ازل سے تا امروز جاری ہے، جب جب باطل کی تگ وتاز سامنے آتی ہے تب تب قوت توحید کا اعجاز رنگ لاتا ہے، اعدائے اسلام کی ریشہ دوانیاں اور دسیسہ کاریاں مسلسل جاری ہیں لیکن مایوسی کے اندھیروں میں امید کے جگنو بھی چمکتے ہیں، یاس وقنوطیت کے دھندلکوں میں آفتاب اسلام آب وتاب کے ساتھ جلوہ دکھاتا ہے، اعجاز قرآن نکھرتا ہے، طالبانِ ہدایت کی تشنگی دور ہوتی ہے اور انسانوں کی زندگیاں طوفانوں سے نجات پاکر ساحل سے ہمکنار ہوتی ہیں۔ کچھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا ایک دشمن اسلام مستشرق کے ساتھ، جس کی زندگی وقف تھی اسلام دشمنی کے لیے، اور جو خود ایک سرگرم مبلغ تھا عیسائیت کا۔

یونیورسٹی آف ٹورنٹو میں ریاضیات اور منطق کے استاد ڈاکٹر گیری ملیر بائبل کا گہرا علم رکھتے ہیں، ریاضیات سے خاص دلچسپی ہے، یہی وجہ ہے کہ منطق اور چیزوں کے منطقی نتیجہ سے بھی انھیں لگاؤ ہے؛ ایک روز انھیں خیال ہوا کہ قرآن مجید کا مطالعہ کیا جائے اور اس میں خامیاں تلاش کی جائیں تاکہ مسلمانوں سے جب واسطہ پڑے اور انھیں جب عیسائیت کی طرف راغب کیا جائے تو قرآن کا یہ مطالعہ کام دے سکے اور مسلمانوں سے قرآن کی خامیوں پر گفتگو کی جائے جس سے ان کا اپنے دین پر اعتماد متزلزل ہوجائے اور آسانی سے انھیں شیشہ میں اتار لیا جائے۔

ڈاکٹر ملیر کا خیال تھا کہ قرآن کوئی چودہ سو سال پہلے لکھی جانے والی قدیم سی کتاب ہے جس میں ریگستانوں اور بیابانوں سے متعلق گفتگو ہے اور بس، لیکن جب انھوں نے قرآن کے صفحات کھولے تو دنگ رہ گئے اور انھیں غیر معمولی تعجب ہوا، بلکہ انھیں یہ انکشاف بھی ہوا کہ اس کتاب میں وہ چیزیں پائی جاتی ہیں جو دنیا کی کسی بھی کتاب میں مطلق نہیں پائی جاتیں۔

انھیں یہ امید تھی کہ اس میں رسول اکرم ﷺ پر گزرنے والے بعض سخت حالات اور مصائب خاص طور پر آپ کی بعض ازواج مطہرات اور بنات طاہرات اور اولاد اطہار وغیرہ کی وفات کا ضرور تذکرہ ہوگا، لیکن یہ کیا؟ یہاں تو یہ سب کچھ بھی نہیں! بلکہ اس کے برعکس قرآن میں سورت ہے تو مریم عذراء کے نام سے، اور وہ بھی مکمل سورت! (نہ حضرت عائشہؓ کے نام سے کوئی سورت، نہ حضرت فاطمہؓ کے نام سے اور نہ ہی ازواج مطہرات اور اولاد اطہار کے نام سے، اس کے بجائے حضرت مریم کے نام سے مکمل سورت!! یہ کشادہ دلی اور یہ وسیع النظری) وہ کہتے ہیں کہ اس چیز نے ان کو حیرت میں ڈال دیا، سورۂ مریم میں جس بہترین پیرایۂ بیان میں حضرت مریم کی عزت افزائی کی گئی ہے وہ بس قرآن ہی کا حصہ ہے، کوئی دوسری کتاب یہاں تک کہ خود عیسائیوں کی بائبل نہ اس کی نظیر پیش کرسکتی ہے اور نہ ہی ان کی کوئی دوسری کتاب!

اسی طرح قرآن میں حضرت عیسیٰؑ کا نام لے کر تذکرہ انھیں ۲۵/ دفعہ نظر آیا جب کہ خود رسول اللہ ﷺ کا نام گرامی چار سے زائد بار نظر نہیں آیا تو بس ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔

اب وہ قرآن کا اور گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرنے لگے کہ شاید انھیں کچھ اور نظر آجائے اور گرفت کا کوئی نہ کوئی موقعہ ہاتھ لگ جائے، مگر جیسے ہی سورۂ نساء کی آیت/۸۲ پر نظر پڑی تو بس بھونچکے رہ گئے کہ الٰہی! یہ کیسی عجیب وغریب آیت ہے جس میں صاف صاف چیلنج کیا گیا ہے کہ قرآن میں کوئی ادنی خامی تلاش کرکے دکھائے، اور اسی بات پر قرآن میں غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے کہ یہی ایک خوبی کافی ہے قرآن کو لاثانی ولافانی بنانے

کے لیے؛ فرمایا گیا ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافاً كَثِيْراً﴾ (کیا پھر وہ قرآن پر غور نہیں کرتے، اگر قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو پھر اس میں ضرور انھیں بڑی کمی بیشی نظر آتی)۔

ڈاکٹر ملیر کا کہنا ہے کہ عصر حاضر کا یہ معروف اصول ہے کہ نظریات میں غلطیاں چھانٹنے یا خامی تلاش کرنے کی بات دوسروں سے کہی جائے کہ نظریہ پوری طرح نکھر جائے اور اس میں کوئی جھول نہ رہ جائے، عجیب بات یہ ہے کہ قرآن کریم مسلم وغیر مسلم تمام طبقات کو اس تجربۂ تنقیح وتصحیح (Falsification Test) کی دعوت دے رہا ہے کہ وہ قرآن میں اس طرح کا تجربہ چاہیں تو کر کے دیکھیں، طائر خیال اڑ اڑ کر گر جائے گا، وہ تھک ہار جائیں گے مگر کوئی ادنیٰ خامی یا کمی قرآن مجید میں نہیں ملے گی۔

ڈاکٹر ملیر مزید کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی مصنف اس بات کی جرأت وہمت نہیں کرسکتا کہ وہ کتاب لکھ کر یہ کہے کہ اس میں کوئی خامی نہیں کوئی جھول نہیں، وہ غلطیوں سے پاک ہے، مگر قرآن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ہر قسم کی غلطیوں سے پاک ہے ہر کمی بیشی اور خامی سے محفوظ ہے، بلکہ اس کی پیش کش ہے کہ آپ اٹھیں اور تلاش کر کے دیکھیں ہے کوئی غلطی قرآن میں نہ الفاظ میں نہ معانی میں!! ہرگز نہیں ہرگز نہیں!

جن آیتوں پر ڈاکٹر ملیر نے طویل غور وخوض کیا اور جن آیتوں نے انھیں بہت زیادہ متاثر کیا ان میں سورۂ انبیاء کی آیت ۳۰/ ہے؛ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقاً فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْئٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (کیا انکار کرنے والوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ آسمان اور زمین (پہلے) ملے ہوئے تھے تو ہم نے ہی انھیں پھاڑ کر الگ کیا اور ہر زندہ چیز ہم نے پانی سے بنائی کیا پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے)۔

یہ آیت ۱۹۷۳ء میں نوبل انعام کے مستحق قرار دیے جانے والے اس سائنسی مطالعہ کا موضوع ہے، جس میں نظریۂ انفجار (Big Bang Theory) پیش کیا گیا تھا کہ ایک زبردست دھاکے کے نتیجے میں یہ عظیم کائنات (بشمول آسمان وزمین، کواکب وسیارے) وجود میں آئی؛ ''رتق'' کی جو بات قرآن میں کہی گئی ہے اس کے معنی ہیں ملنے والی اور قابو میں رہنے والی چیز، اور ''فتق'' کہتے ہیں بکھیر دینے اور الگ الگ کردینے کو؛ سبحان اللہ! کیا بات فرمائی قرآن نے! انسانی علوم وفنون کا کارواں جہاں پر ہزاروں سالوں بعد پہنچا اور دادِ تحقیق دینے لگا، سمندِ تحقیق جہاں مدتہائے دراز بعد پہنچا قرآن نے بہت پہلے اسی حقیقت سے پردہ اٹھادیا تھا۔

پھر آیت کے دوسرے جزء پر بھی سر دھنتے جایئے، قرآن نے پانی کو زندگی کے حامل ہر وجود کا سرچشمہ بتایا ہے؛ ڈاکٹر ملیر اس سلسلہ میں کہتے ہیں کہ یہ بھی عجیب وغریب اور تعجب خیز بات ہے کہ موجودہ علم اور سائنس کو اس حقیقت کا انکشاف ہوئے ابھی زیادہ دن نہیں ہوئے کہ انسانی جسم کے زندہ خلیات سیٹو پلازم (Cytoplasm) سے وجود میں آتے ہیں اور یہ خلیات کا ۸۰% بنیادی عنصر ہے، یہ (سیٹو پلازم) بنیادی طور پر پانی سے وجود میں آتا ہے!

اب آپ ہی بتائیں کہ اگر آسمان سے رابطہ نہ ہو اور وحی کی رہنمائی اور تائید حاصل نہ ہو تو چودہ سو سال قبل کے ایک ''اُمی'' کے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ان حقائق سے پردہ اٹھائے؛ ﴿قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (آپ کہہ دیجیے کہ اس قرآن کو اس ذات نے اتارا ہے جس پر آسمان وزمین کے تمام راز آشکار ہیں) ﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْا أَنَّمَا أُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَأَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ﴾ (پھر اگر وہ منھ موڑیں تو تم لوگ جان رکھو کہ یہ (قرآن) محض علم الٰہی کے ساتھ نازل ہوا ہے اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں، تو کیا اب تم ماننے کے لیے تیار ہو؟)۔

ڈاکٹر ملیر نے اسلام قبول کرلیا ہے اور لیکچرز پیش کرنے کے لیے وہ دنیا کے مختلف ملکوں کا رخ کرنے لگے ہیں، اب ان کا ارادہ ہے کہ ان کی ساری توجہات اور سرگرمیوں کا محور اسلام کی اشاعت اور اعجاز قرآن کی وضاحت ہو۔

آپ کے دینی سوالات اور ان کے جوابات

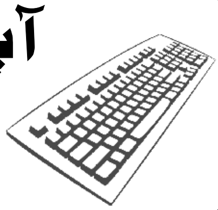

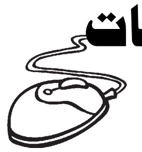

(آپ اپنے دینی سوالات ہماری ویب سائٹ پر بھی پوچھ سکتے ہیں)

www.abulhasanalinadwi.org

غیر مسلم کو مبارک باد دینا

سوال: کیا غیر مسلم کو ان کے تیوہار پر مبارک باد دے سکتے ہیں؟ اور کیا ان کی دی ہوئی مٹھائی وغیرہ کھا سکتے ہیں؟ (ذیشان، دہلی)

جواب: غیر مسلم کو ان کے تہوار کے موقع پر مبارک باد دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ تہوار مشرکانہ فعل پر مبنی ہوتے ہیں، اسی طرح ان کے پرشاد کو چھوڑ کر کوئی دوسری مٹھائی کھا سکتے ہیں، لیکن اس میں بھی احتیاط برتیں تو زیادہ بہتر ہے۔

پتلون کیسا ہو؟

سوال: اگر میں پتلون پہنتا ہوں تو اس کا کیا حکم ہوگا یا کہاں تک پہنوں؟ (محمد عالمگیر، کولکتا)

جواب: آپ پتلون پہنتے ہیں تو دو باتوں کی پابندی ضروری ہے (۱) پتلون تنگ نہ ہو (۲) ٹخنے سے نیچے نہ ہو۔

چہرہ سے غیر ضروری بال کاٹنا

سوال: شریعت اسلامیہ میں چہرہ سے غیر ضروری بالوں کے ہٹانے کے بارے میں کیا کہتی ہے اور اس کام کے لیے بیوٹی پارلر جانے کے بارے کیا فرماتی ہے؟ (ایس این عطار، بجنور)

جواب: مرد کے لیے چہرے سے بال صاف کرنا ناجائز ہے، البتہ اگر عورت کو مرد کی طرح داڑھی یا مونچھ کے بال اگ آئیں تو اس کا صاف کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ البتہ ان بالوں کو نوچ کر نکالنے میں جسم کو تکلیف پہنچتی ہے اس لیے نوچ کر نکالنا منع ہے، اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چہرہ سے بال اکھاڑنے سے منع فرمایا ہے اور ایسا کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے، تاہم ایسے بالوں کو کسی پاؤڈر یا لوشن وغیرہ کے ذریعہ صاف کیا جا سکتا ہے۔ شریعت عورتوں کو بیوٹی پارلر جانے کی اجازت اس وقت دیتی ہے جب کہ بیوٹی پارلر میں کام کرنے والی عورتیں ہی ہوں اور وہاں کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو شرعاً جائز نہیں ہے۔

رشوت

سوال: جہاں رشوت کے بغیر کام نہیں چلتا ہے جیسے انکم ٹیکس کا محکمہ، سیلس ٹیکس کا محکمہ یا دوسرے سرکاری محکمے وغیرہ، تو وہاں ایک مومن کے لیے کیا حکم ہے؟ کیا وہ اس جگہ رشوت نہ دینے کی کوشش کرے یا پھر سب کی طرح رشوت دے کر بری ہو جائے؟ (یاسین سعید، اندور)

جواب: ایک مومن کی ذمہ داری ہے کہ وہ حتیٰ الامکان رشوت سے بچے، جس طرح رشوت لینا حرام ہے اسی طرح دینا بھی حرام ہے، البتہ ہمارے ملک میں بہت سی وہ چیزیں ہیں جو ہمارا حق ہیں لیکن بغیر کچھ دیے وہ حاصل نہیں ہو سکتیں، ایسی صورت میں اپنے حق کو حاصل کرنے کے لیے کچھ دینے کی فقہاء نے اجازت دی ہے۔

اگر طہارت میں شک ہو جائے

سوال: ایک شخص جس کو استنجاء کی حاجت ہوتی ہو اور ایسے میں اسے شک ہو رہا ہو کہ کچھ بوندیں گر گئی ہوں لیکن پکا یقین نہ ہو اور زیادہ دل اس طرف جا رہا ہو کہ بوندیں نہیں گریں تو پھر اس حالت میں وہ کیا کرے؟ اس حال میں نماز پڑھے یا نہیں؟

جواب: ایسی صورت میں اسے چاہیے کہ نماز پڑھ لے، کیونکہ اس کا غالب گمان یہی ہے کہ بوندیں نہیں گری ہیں تو غالب گمان کا اعتبار کرتے ہوئے فیصلہ کریں گے۔

سینے کے بال کاٹنا

سوال: کیا مرد سینے کے بال نکال سکتا ہے؟ (شرف، حیدرآباد)

جواب: سینے کے بال کاٹنا ادب کے خلاف ہے، اللہ کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وسلم نے کبھی بھی سینے کے بال نہیں کاٹے۔

مطالعہ کی میز پر

(تبصرہ کے لیے کتاب کے دو نسخے ارسال کریں)

مدارس اسلامیہ-اہمیت وضرورت اور مقاصد
مصنف:حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
صفحات:۲۰۰ قیمت:۱۲۰ روپئے
ناشر:سید احمد شہید اکیڈمی، دارعرفات، رائے بریلی (یوپی)

مدارس کی اہمیت وافادیت ہمیشہ سے مسلم رہی ہے، لیکن اس سے بھی انکار نہیں کہ آج مدارس اور اہل مدارس سے متعلق بہت سی غلط فہمیاں اور ان کی طرف سے خاصی کوتاہیاں بھی پائی جارہی ہیں، اس کا نتیجہ ہے کہ مسلم معاشرہ ایک طرح کی ذہنی وفکری کشمکش میں مبتلا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی کہاں مررہا ہے، اور وہ کون سے اہم پہلو ہیں جن کی طرف سے کوتاہی ہورہی ہے۔

یہ کتاب جہاں مدارس اسلامیہ سے جڑے افراد کو ان کا مقام ومنصب یاد دلاتی ہے، ان کے وقار کو بحال کرتی ہے وہیں امت مسلمہ کے عام ذہنوں کو بھی اپیل کرتی ہے اور مدارس سے متعلق ان کی غلط فہمیوں کو دور کرتی ہے۔

☆☆☆

قرآن مجید-انسانی زندگی کا رہبر کامل
مصنف:مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
صفحات:۳۶۸ قیمت:۲۵۰/روپئے
ناشر:دارالرشید، خاتون منزل، حیدر مرزا روڈ، گولہ گنج، لکھنؤ

قرآن مجید اعجاز الٰہی کا ایک لامتناہی سمندر ہے، وہ نہ صرف اپنے الفاظ ومعانی میں معجزہ ہے بلکہ اپنی تحدیات اور اپنی پیش گوئیوں میں بھی اعجاز ہے، اس کے علوم ومعارف سے نت نئے گوشے سامنے آتے رہے ہیں اور ہر قدم پر انسانی علوم کی بے بسی اور خدائی عظمت وجلال کی کارفرمائی دکھائی دیتی ہے، اصحاب علم ودانش نے اس کے مختلف پہلوؤں پر جس کثرت سے لکھا ہے وہ خود کسی معجزہ سے کم نہیں۔

مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی یہ کتاب بھی اِسی سلسلہ کی ایک سنہری کڑی ہے جس میں قرآن مجید کے بنیادی موضوع ''ہدایت انسانی'' پر مختلف جہت سے بحث کی گئی ہے۔ مولانا نے قرآن مجید کی ان تعلیمات کو پیش کیا ہے جن کا براہ راست تعلق انسانیت سے ہے اور جس کے زمرہ میں غیر مسلم بھی آتے ہیں، اور اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ قرآن مجید صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر قوم، ہر رنگ ونسل اور ہر مذہب وملت کے افراد کے لیے یکساں ہدایت کا سامان ہے۔ اور انسانی زندگی کے ان اخلاقی اور روحانی پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا ہے جو بندوں کو اپنے مالک حقیقی سے براہ راست جوڑتی ہیں۔

☆☆☆

نظام تعلیم-مغربی رجحانات اور اس میں تبدیلی کی ضرورت
مصنف:حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
صفحات:۲۰۰ قیمت:۱۲۰ روپئے
ناشر:سید احمد شہید اکیڈمی، دارعرفات، رائے بریلی (یوپی)

مختلف میدانوں میں مسلمانوں کی پسماندگی کی ایک بنیادی وجہ تعلیم سے غفلت اور اس سلسلہ سے میں غیر سنجیدہ کوششیں ہیں، ایک طرف مسلمان اس میں میدان میں دلچسپی نہیں لیتے اور جہاں مسلمانوں میں تعلیمی بیداری پائی جاتی ہے وہاں کا ایک بڑا طبقہ شعوری یا غیر شعوری طور پر یورپ کے اس نظام تعلیم سے متاثر ہے جس کے نتیجہ میں مذہب بیزاری کا رجحان پروان چڑھتا ہے، ان کا اپنا نظام یا نصاب نہیں جس کا نتیجہ ہے کہ بہت سی کوششوں اور خاصے سرمایے کے باوجود خاطر خواہ نتائج سامنے نہیں آتے۔ صاحب کتاب نے اسی ناحیہ سے نظام تعلیم کو اپنا موضوع بنایا ہے، اور تعلیم وتربیت کے میدان میں یورپ کی ناکامی اور اس کی انسانیت بیزاری کو واضح کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے کہ عالمی سطح پر اور خاص کر اسلامی ملکوں میں نظام تعلیم کو نئے سرے سے مرتب کیا جائے، اس میں اسلام کی روح اور اس کی مقصدیت کو داخل کیا جائے۔ یہ کتاب دینی وعصری اداروں سے وابستہ افراد، امت مسلمہ کے مفکرین اور انسانیت کا درد رکھنے والے حضرات کے لیے ایک لائحۂ عمل ہے۔

(تبصرہ نگار:محمد نفیس خاں ندوی)

خلافت اور جمہوریت

محمد نفیس خاں ندوی

انسانی معاشرہ خوش حال اور بامقصد زندگی گذارنے کے لیے کچھ اصول وقواعد کا پابند ہوتا ہے، یہ اصول وقواعد انسان کی سیاسی وتمدنی زندگی کے ساتھ عائلی زندگی پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔اس سلسلہ میں سب سے کامیاب نظام حیات اسلام نے پیش کیا جسے اپنا کر دنیا نے آسانی کے ساتھ ترقی اعلی منازل طے کیے۔

اسلام نے دنیا کو جو نظام حیات دیا اس کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ ’’تم سب ابن آدم ہو، اور کسی عربی کو کسی غیر عربی پر، کسی غیر عربی کو عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی برتری اور فوقیت حاصل نہیں ہے سوائے تقوی کے۔‘‘ یعنی معاشرہ میں وہی شخص بہتر اور اہمیت کا حامل ہے جو سب سے زیادہ اللہ کا پاس رکھنے والا اور حقوق العباد کی سب سے زیادہ فکر کرنے والا ہو۔

اس حکومت میں ’’امیر القوم خادمھم‘‘ یعنی قوم کا امیر وحاکم ان کے خادم کی طرح ہوتا ہے، کا اصول چلتا ہے۔اس نظام میں ہر فرد اپنی جگہ اپنی ذمہ داریوں کا جوابدہ ہے۔

اسلامی نظام حیات کو ’’خلافت‘‘ کے نام سے تعبیر کیا گیا جسے جدید اصطلاح میں ’’اسلامی جمہوریت‘‘ بھی کہا جاتا ہے۔

لیکن اسلام کی ابتدا ہی سے طاغوتی اور شیطانی طاقتیں اس کے خلاف صف آرا رہیں، اور دنیا کو اس نظام سے پھیرنے کی انتھک کوششیں کرتی رہی ہیں، یہ طاقتیں اپنی کوششوں میں بہت حد تک کامیاب بھی ہوئیں۔

مغربی طاقتوں نے دنیا کو اسلامی نظام سے پھیر کر دوسرے بہت سے نظاموں سے روشناس کرایا، اور اب عصر حاضر میں جس نظام زندگی کو حتمی قرار دیا جا رہا ہے اور جس میں انسانی زندگی کے سبھی مسائل کا حل بتایا جا رہا ہے اسے جمہوریت یا جمہوری نظام کا نام دیا گیا ہے، جس کی پلیٹ میں اس وقت پوری دنیا کا نظام ہے، اور جس کے عنوان سے عالم عرب میں شورشیں بھی جاری ہیں۔

مغربی جمہوریت کا زیادہ تر حصہ یونانی جمہوریت سے ماخوذ ہے، جسے دنیا کی سب سے پرانی جمہوریت سمجھا جاتا ہے، یہ ایک ایسا نظام ہے جس میں عوام اور غلام سب برابر ہیں، عوام کی رائے اور ان کے فیصلے کو سب سے مقدم اور نافذ العمل سمجھا جاتا ہے، بالفاظ دیگر عوام کے ذریعہ، عوام کی خاطر، عوام پر کی جانے والی حکومت کو جمہوری نظام کہا جاتا ہے، جمہوریت کے اس نظام سے قبل دنیا آمریت ، بادشاہت، قبائیلیت جیسے مختلف نظام سے گذر چکی ہے، اور ہر محاذ پر اس کو ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔

مغربی فلاسفر اور اور چوٹی کے دانشوروں نے سوشل ازم اور کمیونزم کے ناکام تجربوں کے بعد جمہوریت کے راستہ مسائل کے حل کرنے کا دعویٰ کیا، لیکن آج صورت حال یہ ہے کہ وہ ایک نہیں متعدد ایسے مسائل سے دوچار ہیں جن کا حل اس نظام کے پاس نہیں، ان مسائل میں سرے فہرست سرمایہ دارانہ نظام کا تحفظ ہے، آج امریکہ سمیت پورا یورپ سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف کھڑا ہے، سودی نظام کو بھی اسی جمہوریت کے ذریعہ سے رائج کیا گیا تھا جس کا خمیازہ آج پورا مغرب بھگت رہا ہے، معاشی بحران کی وجہ سے یورپی ممالک بکھرتے جا رہے ہیں، اٹلی اور یونان اس کی تازہ ترین مثالیں ہیں، اس کے علاوہ خود امریکہ میں جو جمہوریت کا ٹھیکیدار ہے متعدد علیحدگی پسند تحریکیں سرگرم ہیں، معاشی خسارہ کو کم کرنے کے لیے اوبامہ انتظامیہ نے عوامی فنڈ سے کٹوتی کرنی شروع کر دی ہے، تعلیمی بجٹ اور ہیلتھ بل کے نام پر اربوں ڈالر کم کر دیے گئے ہیں۔

جمہوریت جو کہ حقیقت میں جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا نظام ہے، اس نظام کے تحت کسی بھی ریاست یا حکومت کے سب سے اعلیٰ عہدیدار کو اس وقت تک کسی بھی جرم سے استثنیٰ حاصل ہے جب تک وہ اس اہم عہدہ پر فائز ہے، ٹھیک اسی طرح جیسے عہد جاہلیت میں غلاموں پر آزاد کو اہمیت وفوقیت حاصل تھی، خواہ دونوں کے کردار میں زمین وآسمان کا فرق ہی کیوں نہ ہو!

مغربی جمہوریت کا ہی نتیجہ ہے کہ آج امیر امیر تر ہوتا جا رہا ہے اور غریب غریب تر! پوری دنیا کی دولت وطاقت 0.1 فیصد افراد کے ہاتھوں میں سمٹ گئی ہے۔ جمہوریت کے تحت کسی بھی ملک کا سب سے طاقتور شخص وہی ہوسکتا ہے جس کو عوام منتخب کرتے ہیں، لیکن یورپ وامریکہ میں انتخابات وہی شخص یا پارٹی جیت سکتی ہے جس کو سرمایہ داروں کا سہارا حاصل ہو، سرمایہ دار اپنے سیاسی گھوڑے خود چنتے ہیں اور پھر ان گھوڑوں پر پیسے لگاتے ہیں تاکہ اقتدار میں آنے کے بعد ان کی عوام مخالف پالیسیوں کو تحفظ مل سکے۔ مغرب اور امریکہ کے تمام ادارے عوام کے ٹیکسوں پر چل رہے ہیں، جبکہ ان اداروں پر سرمایہ داروں کی مکمل گرفت ہے، سپریم کورٹ سے لے کر احتساب کے اداروں تک سب انہی کے ہاتھوں کی کٹ پتلیاں ہیں۔ یہی وجہ کہ یونان کے وزیر اعظم نے استعفیٰ دینے سے قبل یہ اعلان کیا تھا کہ اب یونان کی عوام کو چاہیے کہ وہ اپنا مستقبل خود چنیں نہ کہ وہ سرمایہ دار جن کے قبضہ میں یونان کے سارے بینکوں کی دولت ہے۔

جمہوریت میں دولت سب بڑی طاقت ہے، اس طاقت کے بل پر آج کوئی بھی کام کیا اور کروایا جاسکتا ہے، حکومتوں کی تبدیلی، شخصیات کی کردارکشی، عائلی نظام کی برہمی اور فرقہ وارانہ فسادات سب کچھ اس جمہوریت کے نام پر ممکن ہیں بس شرط صرف مالی قوت کی ہے۔

مغربی جمہوریت آج ہر محاذ پر ناکام ہوچکی ہے، دنیا ایک نظام کے بعد دوسرے نظام کو برت رہی ہے، جبکہ اس کے مقابل اسلام کا دیا ہوا نظام حیات ہمیشہ سے ہر نظام کے مقابل موجود رہا، جو کبھی کسی بھی محاذ پر ناکام نہیں ہوا، اس حقیقت سے خود مغربی مفکرین بھی واقف ہیں، لیکن اس سے بھی انکار نہیں کہ دنیا کے گذشتہ سارے نظام اور موجودہ جمہوری نظام کا تصور اسی لیے دیا گیا کہ اسلامی نظام کو دنیا سے دور رکھا جاسکے، اسی لیے وقفہ وقفہ سے یہ بات دہرائی جاتی ہے کہ جمہوریت اور اسلام ایک دوسرے کے ضد ہیں۔ بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ جمہوریت کی آڑ میں ہمیشہ اسلامی کاز کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی۔

مغرب وسطیٰ کی تشکیل نو کا منصوبہ بھی اسی جمہوریت کے نام پر بنایا گیا جس میں عالم اسلام کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر کے کمزور کرنا مقصود ہے، تاکہ اسرائیل کی چودھراہٹ مستحکم ہوسکے۔ جمہوریت کے نام پر میڈیا کا بھی بھرپور استعمال کیا جارہا ہے تاکہ اس کے ذریعہ مسلم حکمرانوں کو کمزور اور ان کے عوام میں نفاق پیدا کر کیا جاسکے۔

جمہوریت کی مسلم دشمنی کو سمجھنے کے لیے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں، گزشتہ دس برسوں کا تجزیہ ہی بتاتا ہے کہ امریکہ ویورپ نے جمہوریت کے نام پر ہمیشہ مسلم ممالک کو نشانہ بنایا، عراق میں جمہوریت کے نام پر کیا کچھ نہیں کیا گیا، پورے ملک کو تاراج کر کے خانہ جنگی کی آگ میں جھونک دیا، اسی جمہوریت کی حفاظت کی خاطر افغانستان کو بارود کی سرنگوں پر بٹھا دیا گیا۔

اقوام متحدہ جو کہ مغربی جمہوریت کا سب سے بڑا عالمی ادارہ سمجھا جاتا ہے اس نے بھی آج تک کسی مسلم ریاست کی حمایت میں آواز نہیں بلند کی، فلسطین کے مسئلہ پر پچاس سال کا عرصہ گذر چکا ہے لیکن مسئلہ حل ہونے کے بجائے مزید الجھتا جا رہا ہے، اس کے مقابل لیبیا پر حملہ کو بھی اقوام متحدہ ہی نے منظوری دی تھی، کیونکہ اس میں مغربی طاقتوں کے مفاد مضمر تھے۔

مغربی جمہوریت کی مثالیں آج دنیا کے سامنے موجود ہیں، ہر محاذ پر اس کی ناکامی اور ہر طرح کے اخلاقی ومعاشی بحران سے دنیا دوچار ہے جبکہ اس کے مقابل اسلامی نظام خلافت کبھی بھی ناکام نہیں ہوا، خود حضرت عمر کا عہد حکومت ایسا تاریخی عہد ہے کہ مغربی اذہان نے ہزار مخالفت کے باجود اس عہد کو نہ صرف کامیاب ترین عہد قرار دیا بلکہ آج مغرب کی جمہورت میں حضرت عمر کے نافذ کیے ہوئے دسیوں طریقے موجود ہیں۔

اسلامیت اور مغربیت کی یہ کشمکش ہمیشہ سے قائم ہے، اور اسلام کے مقابل مغربیت کو ہمیشہ ناکامی سے دوچار ہونا پڑا، وقتی کامیابی اور جزئی خوشحالی اس کا مقدر تو بن سکتی ہے لیکن ہمیشہ کا سکون اور حقیقی ترقی اس کو اسلام کے زیر سایہ ہی نصیب ہوگی، اور آج نہیں تو کل اس حقیقت کو ضرور سمجھا جائے گا۔

ایمان کی کسوٹی

ابوالعباس خاں

آج قریش کی قید میں کئی دن گذر چکے ہیں، بھوک و پیاس کی شدت اور دھوپ کی تمازت نے اس کے جسم کو نڈھال کر دیا ہے، آٹھ ساتھی اس کی آنکھوں کے سامنے جام شہادت نوش کر چکے ہیں، اب اس قیدی کی باری ہے، تختۂ دار تیار ہو چکا ہے، تماشہ دیکھنے والے گھروں سے نکل چکے ہیں، بھیڑ کی بھیڑ میدان میں جمع ہو رہی ہے، ایک دشمن کو سولی پر چڑھایا جائے گا، باپ دادا کے دین سے پھرنے کا یہی انجام ہوتا ہے، لات وعزی کے علاوہ کوئی بندگی کے لائق نہیں، ان کی بندگی سے منھ پھیرنے کی یہی سزا ہے...... لیکن

اس جواں مرد کے چہرے پر نہ کوئی پچھتاوا ہے، نہ خوف وہراس کے آثار، اس کا دل مطمئن ہے، چہرے کی بشاشت اور آنکھوں کی چمک سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اس نے زندگی کا حقیقی مقصد پا لیا ہے، اس نے اپنے معبود حقیقی کو پہچان لیا ہے، وہ خوش ہے کہ اس کو ایک ایسی دنیا سے نجات مل رہی جس میں دسیوں معبود ہیں، جس میں پتھر کے نمونوں کو پوجا جاتا ہے، لکڑی کے ٹکڑوں کے سامنے سر جھکایا جاتا ہے۔

آپ دیا غیر میں ذرا اس قیدی کو دیکھئے، موت سامنے کھڑی ہے، کچھ ہی لمحوں بعد اس کے جسم کو چیل کوے نوچیں گے، اس کے خون سے سارا فرش رنگین ہو جائے گا، کتنی دردناک موت اس کے انتظار میں ہے، لیکن کوئی اس کے تیور تو دیکھے، چال میں کیسی خود اعتمادی ہے، اور آنکھوں میں ایسا سرور ہے کہ مانو موت سے نہیں کسی محبوب ہستی سے ملنے جا رہا ہو۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ قیدی کون ہے؟ یہ قیدی کوئی پیشہ ور مجرم نہیں، اس نے کسی کو قتل بھی نہیں کیا، اس پر چوری کا الزام بھی نہیں ہے، لوٹ وغارت کا جرم بھی نہیں، یہ شراب اور جوئے کا عادی بھی نہیں، اس کے سر کسی بدکاری یا بدکلامی کا گناہ بھی نہیں......

جی ہاں! یہ رسول اللہ ﷺ کے جانثار صحابی حضرت خبیبؓ ہیں، جنھیں دھوکہ سے گرفتار کیا گیا ہے، ان کا جرم صرف اتنا ہے کہ یہ ایک خدا کی بندگی کرتے ہیں، اور اس کے رسول کو برحق مانتے ہیں، انھوں نے لات وعزی کی غلامی سے بغاوت کی ہے، اور مشرکین قریش کی عدالت میں یہ جرم سب سے سنگین جرم ہے، سارے گناہ معاف ہیں لیکن ''توحید'' کا گناہ معاف نہیں، ہر طرح کی محبت اور ہر شخص کی نصرت روا لیکن محمد ﷺ کی محبت اور ان کی ہمنوائی ناقابل معافی جرم! کوئی کہتا ہے: اگر تم اسلام کو چھوڑ دو تو تمہاری جان بخش دی جائے گی۔ خبیبؓ کہتے ہیں: وہ زندگی ہی کیا جس میں اسلام نہ ہو!

''کوئی آخری تمنا ہو تو بیان کر دو''۔ قریش کی طرف سے پوچھا جاتا ہے۔ ''بس دو رکعت پڑھنے کی تمنا ہے'' خبیب نے جواب دیا اور نماز ادا کی، پھر کہنے لگے کہ اے قریش کے لوگو! نماز میں ایسی حلاوت اور ایسی لذت ہے کہ اس سے باہر نکلنے کا دل ہی نہیں کہہ رہا تھا لیکن خیال آیا کہ کہیں تم یہ نہ سوچو کہ خبیب موت کے ڈر سے نماز لمبی کر رہے ہیں۔

خبیب کی بے باکی اور دین پر ثابت قدمی دیکھ کر قریش بھڑ اٹھے، حکم ہوا کہ انھیں صلیب پر لٹکا دو۔

نیزہ برداروں نے نیزہ کی انی سے ان کے جسموں کو پر ضربیں لگائیں۔ تیر اندازوں نے اپنے جوہر دکھائے۔ زخم پر زخم لگتے گئے، جسم چھلنی ہو گیا، خون کے پھوارے چھوٹ گئے۔

ایک سنگدل بڑھ کر کہتا ہے: خبیب بڑی مشکل میں تمہاری جان پھنس گئی ہے، اب تو تم سوچ رہے ہو گے کہ محمد ﷺ تمہاری جگہ پھنستے اور تم بچ جاتے۔

یہ سنتے ہی خبیب کے تن مردہ میں ایک حرارت سے پیدا ہوئی، دم توڑتی طاقتیں پھر یکجا ئیں، بند ہوتی ہوئی آنکھیں غضبناک ہو اٹھیں، کرخت آواز اور پرزور لہجے میں خبیبؓ نے جواب دیا:

''خدا کی قسم مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ محمد ﷺ کے قدموں میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے اور اس کے بدلہ میری جان بچ جائے۔''

قربان جائے خدا کے اس بندہ پر! نبی کریم ﷺ سے اس کی محبت وشیفتگی پر! اس کے مضبوط ایمان اور اس کی دینی خودداری پر!!

خبیبؓ کی روح پرواز کر گئی، نہ زندگی کی محبت میں ان کے قدم ڈگمگائے، نہ موت کے ڈر سے گھبراہٹ پیدا ہوئی اور نہ ایمان سے نے کسی طرح کی مصالحت کی!! حضرت خبیبؓ کی یہ قربانی ایک کسوٹی ہے ان سب کے لیے جو عشق رسول ﷺ کا دعویٰ کرتے ہیں...

اے کہ ترا جمال ہے زینت محفل حیات
دونوں جہاں کی رونقیں ہیں ترے حسن کی زکوٰۃ

تیری جبیں سے آشکار پرتو ذات کا فروغ
اور ترے کوچہ کا غبار سرمۂ چشم کائنات

بارگہِ الست سے بخش دیے گئے تجھے
سب ملکی تصرفات، سب فلکی تجلیات

چہرہ کشا کرم ترا قاف سے تا بہ قیرواں
لطف ترا کرشمہ سنج کعبہ سے تا بہ سومنات

دیکھتے ہی ترا جلال کفر کی صف الٹ گئی
جھک گئی گردنِ ہبل ٹوٹ گیا طلسم لات

آنکھ کے اک اشارے سے تو نے معاً بدل دیے ذہن کے سب تصورات قلب کے سب تاثرات

چوں وچگونہ وچرا، تا بکجا و تا بکے
حل کیے ایک بات میں تو نے یہ سرمدی نکات

غیر کو خویش کردیا، نیش میں نوش بھر دیا
پل میں درست کردیے بگڑے ہوئے تعلقات

تیری ثنا میں تر زباں ہوگیا جو مری طرح
اس کے قلم میں آگئی شانِ روانی فرات

پست وبلند کے لیے عام ہیں تیری رحمتیں
عرش سے اور فرش سے تجھ پہ سلام اور صلوٰۃ

(مولانا ظفر علی خاں مرحوم)

R.N.I. No.
UPURD/2009/28748

Monthly
Payam-e-Arafat
Raebareli

Postal Reg. No.
RBL/NP - 09

VOLUME
05

JANUARY 2013

ISSUE
01

Designed by Mohammad Makky Hasani Nadwi

Editor: Bilal Abdul Hai Hasani Nadwi
MARKAZUL IMAM ABIL HASAN AL-NADWI
E-Mail: markazulimam@gmail.com - Dare Arafat, Takiya Kalan, Raebareli (U.P.) 229001 - Mobile: 9918385097, 9918818558
Printed & Published by: Mohammad Hasan Nadwi, On Behalf of Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi.
Printed at S.A. Offset Printers, masjid ke Peeche, Phatak Abdullah Khan, Sabzi Mandi, Station Road, Raebareli (U.P.)

www.abulhasanalinadwi.org